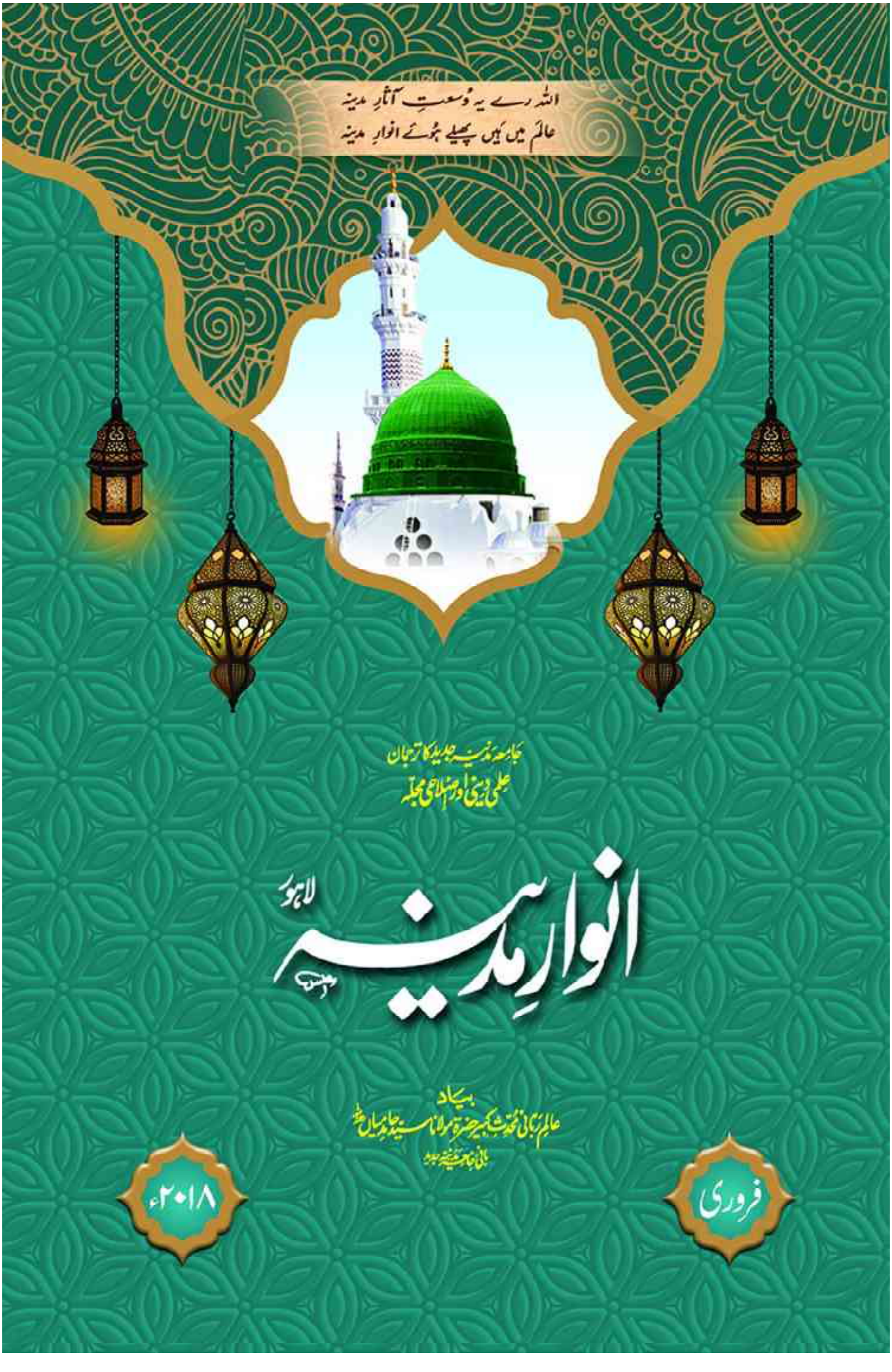
اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت مولانا سیّد حامد میاں
بانی جامعہ مدنیہ جدید
۲۰۱۸ء
فروری

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۶	جمادی الاوّل ۱۴۳۹ھ / فروری ۲۰۱۸ء	شمارہ : ۲

سیّد محمود میاں مُدیر اعلیٰ	**سیّد مسعود میاں** نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
دینِ کامل	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۲
تکبر اور فساد	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ	۲۲
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	۳۶
اخلاص کی اہمیت اور ضرورت	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۴۰
فضائلِ مسجد	حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری	۵۱
دل کی حفاظت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۴

انتباہ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ کے پرانے فون نمبر تبدیل ہوگئے ہیں

اور نئے نمبر درج ذیل ہیں قارئین کرام نوٹ فرمالیں

+92 - 42 - 35399051

+92 - 42 - 35399052

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

پورے عالمِ اسلام میں ہم مسلمان آپس کی مجلسوں میں جو بات بطورِ خاص علماءِ کرام سے سنتے رہتے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا '' آخری نبی'' ہونا ہے آپ ''نبی آخرالزمان'' ہیں آپ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کی ذات پر نبوت کے تمام مراتب کی تکمیل ہو چکی ہے اس لیے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں، اسلامی عقائد میں دو بنیادی عقیدے ''توحید ورسالت'' ہیں ان دو عقیدوں پر پورے دین کے دیگر عقائد وتعلیمات کا مدار ہے۔

اس ماہ کے اداریہ میں اپنے اس '' افتتاحیہ'' کے بعد مشہور کالم نویس محترم جاوید صاحب چوہدری کی ایک تحریر قارئین کرام کی نظر سے گزاریں گے پھر آخر میں بطورِ ''اختتامیہ'' چند سطریں قلمبند کریں گے :

''فرانس میں ایک دن میں ایک کافی شاپ میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ میری برابر والی ٹیبل پر ایک داڑھی والا آدمی مجھے دیکھ رہا تھا میں اُٹھ کر اُس کے پاس جا بیٹھا اور میں نے اُس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں ؟

اُس نے مسکرا کر جواب دیا نہیں میں جارڈن[۱] کا یہودی ہوں، میں ربی[۲] ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔

میں نے پوچھا تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کر رہے ہو ؟

وہ شرما گیا اور تھوڑی دیر سوچ کر بولا میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں۔

میں نے قہقہہ لگایا اور اُس سے پوچھا تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی ؟

اُس نے کافی کا لمبا سِپ لیا اور بولا میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے اور میں اب پیپر لکھ رہا ہوں۔

میں نے پوچھا تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ[۳] کیا ہے ؟

اُس نے لمبا سانس لیا دائیں بائیں دیکھا گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں، یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں لیکن یہ نبی کی ذات پر اُٹھنے والی کوئی اُنگلی برداشت نہیں کرتے ! !

یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ بولا میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے یہ جب بھی اُٹھے اور یہ جب بھی لپکے اُس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی، آپ خواہ اُن کی مسجد پر قبضہ کر لیں، آپ اُن کی حکومتیں ختم کر دیں، آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگا دیں یا آپ اُن کا پورا پورا خاندان مار دیں یہ برداشت کر جائیں گے لیکن

---

[۱] عرب ملک اُردن [۲] یہود کا مذہبی پیشوا [۳] تحقیق کا حاصل

آپ جونہی اُن کے رسول ﷺ کا نام غلط لہجے میں لیں گے یہ تڑپ اُٹھیں گے اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے ۔

میں حیرت سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔

وہ بولا میری فائنڈنگ ہے جس دن مسلمانوں کے دل میں رسول ﷺ کی محبت نہیں رہے گی اُس دن اسلام ختم ہو جائے گا چنانچہ آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے ان کا ''رسول'' نکالنا ہوگا، اُس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا اپنا کپڑے کا تھیلا اُٹھایا کندھے پر رکھا سلام کیا اور اُٹھ کر چلا گیا ! ! !

لیکن میں اُس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا میں جان گیا رسول اللہ ﷺ سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے اُس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی اُس دن ہم میں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔''

جاوید صاحب چوہدری کی تحریر اگرچہ بہت جاندار ہے اور یہودی کی تحقیق سے جو نتیجہ انہوں سے اخذ کیا وہ بھی بالکل درست ہے مگر تاریخ سے آگاہ ایک سچے مسلمان بھائی اور ماہر قلم کار کی حیثیت سے ان کی یہودی ربی کے ہاتھوں تسخیر ہمیں شرما بھی رہی ہے اور ہماری غیرت کو گرما بھی رہی ہے ! !

کیا اچھا ہوتا کہ ایک یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھنے کے بجائے پوری اُمتِ مسلمہ کے محسن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا محسن جانا ہوتا جنہوں نے اپنی ایمانی فراست کی بنیاد پر فوری فیصلہ اور اس پر بلا تاخیر عملدرامد کرتے ہوئے اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت تیرہ ہزار صحابہ کرامؓ کا

عظیم فوجی لشکر مدینہ منورہ سے تقریبًا آٹھ سو کلو میٹر دور یمامہ کی طرف روانہ فرما کر ''ختمِ نبوت'' کے ڈاکو مسیلمہ کذاب اور اس کے چالیس ہزار افراد پر مشتمل فوج کو شکستِ فاش دی اور تیس ہزار کو تہہ تیغ کیا۔

اور کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ چوہدری صاحب اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھنے کے بجائے حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حقیقی محسن قرار دیتے جن کو ''ختمِ نبوت'' کی خدمات پر دربارِ نبوی سے '' فَازَ فَیْرُوْزُ '' ۱ کا تمغہ عنایت ہوا۔ کاش چوہدری صاحب اس موقع پر یہودی ربی کو لگے ہاتھوں آئینہ دکھا کر بحیثیت ایک سچے مسلمان اپنے حصہ کا قرض بھی چکا دیتے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا جس کا حوالہ تو مجھے نہیں معلوم البتہ سنجیدہ اور معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ سر سیّد احمد خان صاحب کے ایک بیٹے تھے محمود اُن کا نام تھا والد کی طرح جدت پسند تھے دانتوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئے ہندوستان میں ہر قسم کا علاج کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا بالآخر انگریز نے خصوصی طور پر برطانیہ علاج کے لیے بھیجا، تمام تر معائنوں کے بعد ڈاکٹروں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ درختوں کی چھال چبایا کریں کیونکہ آپ کے مسوڑھوں میں آکسیجن کی جو قدرتی مقدار ہونی چاہیے وہ کم ہے ! ڈاکٹر نے دیکھا کہ محمود رو رہا ہے ! ! اُس کے آنسو جاری ہیں ! ! ! حیرت سے پوچھا تم پڑھے لکھے آدمی ہو روکیوں رہے ہو ؟ ؟ بولا یہ سبق تو اللہ کے رسول ﷺ نے تیرہ صدیوں پہلے پڑھا دیا تھا اُس سبق کو چھوڑنے کی مجھے یہ سزا مل رہی ہے کہ وہی (مسواک والا) سبق آج برٹش میں ایک عیسائی مجھ کو پڑھا رہا ہے۔

نبی کی ذات پردہ کر گئی تو ختم نبوت کے ''چراغ'' نے رہتی دنیا روشنی کا ایسا سورج طلوع کر دیا جو کبھی غروب نہ ہوگا جب یہ غروب نہ ہوگا تو ''قرآن'' بھی غروب نہ ہوگا، یہ ''دین'' بھی غروب نہ ہوگا، یہ ''اُمت'' بھی غروب نہ ہوگی سدا رہے گی خاتم نبوت، خاتمِ کتاب، خاتمِ دین، خاتمِ اُمت۔ ۲

---

۱ یعنی جھوٹے نبی اسودِ عنسی کو جہنم رسید کر کے ''فیروز'' دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

۲ یعنی آخری نبی، آخری کتاب، آخری دین، آخری اُمت ہونے کا اعزاز ہمیشہ رہے گا۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ﴾

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

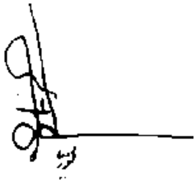

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔(اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

ندامت و اعترافِ گناہ پھر توبہ استغفار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باری تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف اُن کی توبہ قبول فرمانے کے لیے ہر وقت ہی توجہ فرماتے ہیں، اس بات کو آقائے نامدار ﷺ نے ان کلمات سے تعبیر فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْئُ النَّھَارِ یعنی حق تعالیٰ اپنا دستِ پاک رات کو بھی کھولے رکھتے ہیں تاکہ جس نے دن میں گناہ کیے ہیں وہ رات کو معاف کرالے وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْئُ اللَّیْلِ اور دن کو بھی اپنا دست رحمت کھولے رکھتے ہیں تاکہ وہ شخص جس نے رات میں گناہ کیے وہ دن کو معاف کرالے، آگے فرمایا حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا [1] کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا (یعنی دستِ رحمت کھلا رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو، گویا انسان کے لیے توبہ کا دروازہ ہر دم کھلا رہتا ہے وہ ہروقت اپنے خالق سے اپنی غلطیاں اور خطائیں معاف کرا سکتا ہے۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد

---

[1] مشکوۃ شریف باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۲۹

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے توبہ کرنے پر اُس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ جس کی حالتِ سفر میں چٹیل اور ویران میدان میں اُونٹنی گم ہوگئی تھی اُس اُونٹنی پر اُس کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہوا تھا اور وہ تلاش کرتے کرتے مایوس ہو چکا تھا وہ پریشانی اور مایوسی کے عالم میں کسی درخت کے سایہ تلے لیٹ گیا اتنے میں دیکھا کہ اُونٹنی اُس کے پاس آگئی اور اُس نے اس کی نکیل تھام لی اور انتہائی خوشی میں آکر کہنے لگا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ [1] اے اللہ ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں حالانکہ کہنا یوں چاہیے تھا کہ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ ، یا اللہ ! تو میرا رب میں تیرا بندہ ہوں مگر شدتِ خوشی میں اُس کے منہ سے غلط کلمات نکلے گویا حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے توبہ بہت بڑا ذریعہ ہے، اپنے گناہوں پر نادم ہونے اور دربارِ خداوندی میں عجز کا دامن پھیلانے سے خداوند کریم بہت خوش ہوتے ہیں۔

ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ یہ کہتا ہے کہ خداوندا ! میرا یہ گناہ معاف کردے تو خدا تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے جو اُس کو گناہ پر پکڑنے والا اور معاف کرنے والا ہے اس لیے میں نے معاف کردیا، اسی طرح جب وہ پھر گناہ کرلیتا ہے اور پھر نادم ہوکر معافی چاہتا ہے تو خداوند کریم پھر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اُس کا رب ہے جو اُس کی گرفت بھی کرسکتا ہے معاف بھی کرسکتا ہے اس لیے میں نے اُس کو معاف کردیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں فَلْیَفْعَلْ مَاشَاءَ [2] اب جو چاہے کرتا رہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بار بار ندامت اور پشیمانی کے باعث اب اس پر میری نظرِ رحمت ہوگئی ہے میری رحمت ہر وقت اس کے شاملِ حال رہے گی جس کی وجہ سے یہ گناہ کرے گا ہی نہیں۔

---

[1] مشکوۃ شریف باب الاستغفار و التوبة رقم الحدیث ۲۳۳۲

[2] مشکوۃ شریف باب الاستغفار و التوبة رقم الحدیث ۲۳۳۳

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ [۱] یعنی جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں گویا بندے کا اعتراف کرنا ضروری ہے اگر کوئی دل سے گناہ کا اعتراف نہ کرے اور زبان سے توبہ توبہ کی رٹ لگائے رکھے تو ایسی توبہ سے کچھ حاصل نہ ہوگا، گناہ معاف کرانے کے لیے اِس کے سوا چارہ نہیں کہ گناہوں کا اعتراف بھی کرے اپنی غلطیوں کو پیش نظر رکھے اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں پر دل سے نادم بھی ہو اور آئندہ گناہ سے کنارہ کش رہنے کا عہد مصمم بھی کرے۔

انسان سراپا تقصیر ہے اس سے کبھی نہ کبھی گناہ ہو ہی جاتا ہے اگر گناہ نہ بھی ہو تو خطرہ ہوتا ہے کہ عبادت کرنے میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوئی ہوگی اس لیے انسان کو ہر دم استغفار کرنا چاہیے۔

انسان کے لیے ضروری ہے کہ ہر وقت اپنا احتساب کرے، اپنی غلطیاں پکڑتا رہے اپنے عیوب پر نظر رکھے، ایسا آدمی کامیاب اور خدا کے نزدیک پسندیدہ زندگی گزار سکتا ہے۔ دنیا میں جو جس قدر متقی اور بلند مراتب والے ہوتے ہیں وہ اُتنے ہی زیادہ معافی کی طلب کرتے ہیں خود انبیاء علیہم السلام باوجود گناہوں سے پاک ہونے کے دربارِ خداوندی میں گڑگڑاتے اور استغفار کرتے، چونکہ توبہ اور استغفار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ کی خوشنودی کے متلاشی وہی کچھ کرتے ہیں جو اُسے پسند ہو اس لیے انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح اُمت میں مقرب بندے کثرت سے استغفار کرتے رہے ہیں، استغفار سے مراتب بلند اور خطائیں معاف ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے، آمین۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ مئی ۱۹۶۸ء)

❁ ❁ ❁

---

[۱] مشکوۃ شریف باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۳۰

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۲

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ﴾

اپنا انجام :

☆ ہماری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ہم ہر چیز دیکھ رہے ہیں مگر نہ صرف ہمارا بلکہ ہر ایک انسان کا یقین یہ بھی ہے کہ بہت سی بلکہ بے شمار چیزیں وہ ہیں جو ہمارے سامنے ہیں ہمارے پاس ہیں ہمیں گھیرے ہوئے ہیں مگر نظر نہیں آتیں، اس یقین نے ہمیں خوردبین کا شوق دلایا اور اس کی تصدیق کر دی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، خوردبین سے کام لیا گیا یہاں تک کہ اُس سے کام لینے کی جو آخری حد تھی وہ ختم ہوگئی مگر اس یقین میں پھر بھی کوئی فرق نہیں آیا کہ ابھی اور بھی بے شمار حقیقتیں ہیں جو نظر نہیں آتیں، یہ ہمارے اندر بھی ہیں اور باہر بھی ہمارے بدن سے خول کی طرح لپٹی ہوئی ہیں اور ہمارے بدن سے الگ بھی ہیں ان کے متعلق ہماری تحقیق جاری ہے اور نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں۔

☆ کون جانتا تھا کہ ہماری زبان سے جو لفظ نکلتے ہیں اُن کا وجود ہے اور یہ باقی رہتے ہیں کسی کے ہاتھ چوم لیے کسی کی آمد پر آپ استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے کسی کے طمانچہ ماردیا، یہ سب ہاتھ پاؤں یا بدن کی حرکتیں ہیں ختم ہوگئیں ان کا کیا وجود ؟ لیکن ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے ہمیں صرف بتایا نہیں بلکہ دکھایا کہ جو لفظ بھی زبان سے نکلتا ہے وہ باقی رہتا ہے، ہر ایک عمل کا وجود ہے اور اُس وجود کی بقا ہے، کیا اِس وجود کی کوئی تاثیر بھی ہے ؟

☆ آپ نے کسی کی تعریف کی کسی کو گالی دی کسی کے ہاتھ چومے کسی کے لیے کھڑے ہوئے کسی کے طمانچہ مارا، کیا ان کاموں کی تاثیر نہیں ہے ؟

وہ تاثیر ختم ہو جاتی ہے یا جس طرح عمل کا وجود باقی رہتا ہے وہ تاثیر بھی باقی رہتی ہے ؟ دس سال پہلے کسی نے ہماری تعریف کی تھی پندرہ سال پہلے کسی نے گالی دی تھی، آج تک تعریف کرنے کی محبت اور گالی دینے والے سے نفرت ہمارے دل میں باقی ہے، ہاتھ چومنے والے کی محبت کا بیج جو پچیس سال پہلے یا طمانچہ مارنے والے سے نفرت کا کڑوا پودا جو ہمارے ذہن کی زمین میں پچیس سال پہلے لگ گیا تھا وہ فنا نہیں ہوا بلکہ اُس جیسی باتیں کچھ اور ہوتی رہیں تو یہ بیج پودا پھر درخت بن گیا اِس پر اُسی جیسے پھل بھی آنے لگے، ہاں اگر اس جیسی چیزوں سے اس کی آبیاری نہیں ہوئی یا برائی کرنے والے نے کوئی بھلائی کردی تو یہ پودا مرجھا بھی جاتا ہے اور ختم بھی ہو جاتا ہے۔

☆ مختصر یہ کہ عمل، عمل کا وجود اور اس کی تاثیر صرف خیالی باتیں نہیں ہیں بلکہ حقیقتیں ہیں جیسے ہی ہماری آنکھ کھلتی ہے آنکھ کی پتلی گھومتی ہے تو ایک سیکنڈ نہیں بلکہ سیکنڈ کے بھی بہت تھوڑے سے لمحہ میں وہ چاند سورج اور اُن تاروں تک پہنچ جاتی ہے جن تک ہم سینکڑوں سال کی مسافت کے بعد بھی نہیں پہنچ سکتے، اگر نظر و نگاہ کے اس عمل کا انکار کیا جا سکتا ہے تو عمل، وجودِ عمل اور اُس کی تاثیر کا بھی انکار کیا جا سکتا ہے اور اس انکار کو معقول قرار دیا جا سکتا ہے۔

☆ رحم و کرم، انصاف، شرم و حیا، سنجیدگی، بردباری، عقلمندی، حق پسندی، سخاوت، فیاضی اور ان کے مقابلہ میں ظلم، جبر، قہر، کرختگی، تندمزاجی، ضد، ہٹ، بخل، حرص، طمع وغیرہ یہ سب اچھے اور برے

اخلاق ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا جسم انسان میں ان کا وجود ہے اوران کے اثرات ہیں یا محض تصورات اور تخیلات ہیں، حقیقت میں نہ اِن کا وجود ہے نہ تاثیر ؟ مگر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سودا، صفراء، بلغم وغیرہ جن کو مزاج کہا جاتا ہے وہ جسم انسان میں ہوتے ہیں تو ان کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے اثرات سے انسان کا مزاج معلوم کیا جاتا ہے کہ وہ صفراوی ہے یا دموی یا سوداوی، انہی اثرات سے صحت اور بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے، تو کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ چہرے پر نظر ڈالتے ہیں تو اُس کے رنگ، رنگ کے گہرے اور ہلکے ہونے سے چہرے کی ساخت اور اُس کی کشادگی، بشاشت یا انقباض، آنکھوں، بھووں اور ناک کی مختلف صورتوں، پیشانی کی دھاریوں اور چہرے کی جھریوں اور بہت سے ماہرین ہتھیلی اور اُنگلیوں کی دھاریوں سے بھی اخلاق اور نفسیات کا اندازہ کر لیتے ہیں کہ یہ شخص نرم دل، انصاف پسند، فیاض طبع، دانشمند، سنجیدہ اور بردبار ہے یا اس کے برعکس سخت دل، ہٹ دھرم، بخیل، طامع اور حریص ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بلغم وغیرہ مزاجوں کے وجود کو حقیقت تسلیم کرتے ہیں، ان کے اثرات کو مانتے ہیں اِن کا انکار نہیں کر سکتے اِن کی خرابیوں سے بچنے اور ان کو درست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اچھے اور برے اخلاق کی تاثیرات کو تسلیم نہ کریں اور ان کو وہم، خیالِ خام اور بے معنی تخیل اور عوام کا جاہلانہ عقیدہ تصور کریں اِن کی اصلاح اور ترقی کی کوشش نہ کریں۔ اگر مزاج کی خرابی کا نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ ہم بیمار پڑ جاتے ہیں یا صحت مند ہو جاتے ہیں تو کیا اخلاق کے نتائج نہیں ہوں گے اور وہ اس وقت ہمارے سامنے نہیں آئیں گے، جب اخلاق کے نتائج ہی ہمارے سامنے ہوں گے اور انہیں کے ماحول میں ہم گھرے ہوئے ہوں گے۔

☆ یہ اچھے برے اخلاق کا مالک، یہ عمل کرنے والا شخص یعنی انسان کیا ہے، اس کی زندگی کیا ہے، موت کیا ہے، بچپن، جوانی، بڑھاپا کیا ہے ؟ مرنے پر انسان ختم ہو جاتا ہے یا صرف قالب بدلتا ہے، زید زید ہی رہا، بچپن جوانی بڑھاپے چولے[1] تھے بدلتے رہے مگر زید جو حقیقت ہے وہ نہیں بدلا

[1] لباس

اُس کا جوہر بدستور رہا، صرف چولا بدلتا رہا، اسی طرح موت صرف چولا بدلنے کا نام ہے یا ہست سے نیست اور وجود کے بجائے سراسر فنا ہو جانے کو موت کہتے ہیں، گویا سطحِ دریا پر ایک بلبلا تھا ہوا کا جھونکا چلا فنا ہو گیا مگر بلبلے میں عمل کہاں، فکر وفہم اور ترقی و اِرتقاء کا جذبہ کہاں، کوئی بھی مذہب انسان کو بلبلا اور موت کو فنا نہیں کہتا بلکہ مذہب کا مدار ہی اس پر ہے کہ موت کو فنا نہ مانا جائے بلکہ انسان کو ایک دائمی حقیقت مانا جائے جو موت پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک لازوال زندگی اختیار کرتی ہے۔

☆ آپ اگر سلسلہ اِرتقاء کے قائل ہیں تو پیچھے لوٹیے اور زمانہ ماضی کے اس بعید نقطہ کا تصور کیجیے جب بقول اہلِ ارتقاء زمین کا یہ کرہ سورج کے آتشیں گولے سے الگ ہوا تھا، نہیں معلوم کتنی مدت اس کے سرد اور معتدل ہونے میں گزری جب یہ اس قابل ہوا کہ زندگی کے عنصر اس میں نشو ونما پا سکیں اُس کے بعد وہ وقت آیا جب اس کی سطح پر نشو ونما کی سب سے پہلی داغ بیل پڑی پھر نہیں معلوم کتنی مدت کے بعد زندگی کا وہ سب سے پہلا بیج وجود میں آسکا جسے پروٹو پلازم (Protoplasm) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر حیاتِ عنصری کے نشو ونما کا دور شروع ہوا اور نہیں معلوم کتنی مدت اس پر گزر گئی کہ اس دور نے بسیط سے مرکب تک اور ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ تک ترقی کی منزلیں طے کیں یہاں تک کہ حیوانات کی ابتدائی کڑیاں ظہور میں آئیں اور پھر لاکھوں برس اس میں بھی گزر گئے کہ یہ سلسلہ ارتقاء وجودِ انسانی کی سطح تک پہنچا پھر انسان کے جسمانی ظہور کے بعد اس کے ذہنی ارتقاء کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک طویل مدت اس پر گزر گئی، بالآخر ہزاروں برس کے دماغی اور ذہنی ارتقاء کے بعد وہ انسان ظہور پذیر ہوسکا جو کرۂ ارض کے تاریخی عہد کا متمدن اور عقیل انسان ہے، گویا زمین کی پیدائش سے لیکر ترقی یافتہ انسان کی تکمیل تک جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ بنتا سنورتا رہا ہے وہ تمام تر انسان کی پیدائش ہی کی سرگزشت ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس وجود کی پیدائش کے لیے فطرت نے اس درجہ اہتمام کیا ہے، کیا یہ سب کچھ صرف اس لیے تھا کہ وہ پیدا ہو، کھائے، پیئے، اولاد پیدا کرے اور مرکر فنا ہو جائے ﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمُ ﴾ [1]

---

[1] سُورۃ المومنون : ۱۱۶

☆ قدرتی طور پر یہاں ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے، اگر وجودِ حیوانی اپنے ماضی میں ہمیشہ یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا اور ترقی کرتا رہا ہے تو مستقبل میں یہ تغیر و اِرتقاء کیوں نہ جاری رہے اور اِس پر بندش کی مہر کیوں لگ جائے۔

☆ یہ عالَم یہ دنیا جہاں ایک ہی ہے جس میں ہم موجود ہیں یا اور بھی عالَم ہیں ؟ کہا جاتا ہے کہ نظامِ شمسی ایک نہیں بلکہ اتنے ہیں کہ اِن کا شمار مشکل ہے، پرانے لوگ ''ہژدہ ہزار عالَم'' اٹھارہ ہزار جہاں کہا کرتے تھے، وہ عالَم اور جہان یہ نظامِ شمسی ہیں یا وہ اور جہان ہیں اور اِن کا نظام علیحدہ ہے، یہ بہت سے جہاں ایک ہی مادّہ سے ہیں یا ان کے مادّے الگ الگ ہیں۔ انسان خاکی ہے مگر ایسی بھی مخلوق ہے جس کو ناری کہا جاتا ہے اور ایسی بھی ہے جو نہ ناری ہے نہ خاکی ہے، انسان خاکی ہے تو اس کی تحقیق کے تمام آلات بھی خاکی ہیں اس لیے وہ انہیں کا انکشاف کر سکتا ہے جو خاکی ہیں جو خاکی نہیں ہیں وہ اس کے انکشاف کے دائرہ میں بھی نہیں آسکتے، خواہ دائرہ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو جائے۔

ہر مذہب، ہر فرقہ روح کو مانتا ہے مگر وہ ازلی ابدی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی یا فانی ہے اِس کا تعلق خدا کے ساتھ کیا ہے اور انسان کے ساتھ کیا ؟ وہ خاکی ہے یا ناری یا ہوائی یا اس کے علاوہ کچھ اور ہے اور اس کا عالَم اور جہاں ہمارے موجودہ جہان سے الگ ہے مگر ایسا تعلق رکھتا ہے جیسے گلاب اور عطر گلاب، گویا وہ اس عالَم کا جوہر ہے یا وہ نورِ خدا کا الگ سے پَرتَو [1] ہے جیسے آفتاب کی کرن۔ یہ سب مسائل ایسے ہیں کہ دنیا کے محقق، فلسفی اور دانشور ہمیشہ اِن پر غور کرتے رہے، الگ الگ نظریات قائم کرتے رہے ! ! !

قرآنِ حکیم نے صرف دو فقروں میں اس پیچیدہ سوال کا جواب دے دیا ہے :

﴿ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ [2]

''اے نبی ﷺ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے وہ میرے پروردگار کے حکم سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا۔''

---

[1] عکس، سایا [2] سُورہ بنی اسرائیل : ۸۵

مطلب یہ ہے کہ روح نہ اَزلی ہے نہ اَبدی، وہ قدیم نہیں پیدا شدہ ہے اس کی پیدائش تمہارے مادّہ سے نہیں بلکہ الگ مادّہ [1] سے ہوئی ہے جس کے لیے خاص طور پر حکم الٰہی کارفرما ہوا، تم اس کی حقیقت نہیں معلوم کر سکتے کیونکہ تمہارا علم بہت تھوڑا اور بہت محدود ہے، تمہارا علم صرف اِس عالَم تک ہے جس کو عالَمِ انسان یا خاکی عالَم کہا جاتا ہے، جو عالَم اس کے علاوہ اس سے بالا یا اس سے پست ہو تمہارا پروازِ فکر اُس تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆ جب ہمارے عمل کا وجود ہے، اس کی تاثیر ہے، وہ باقی رہتی ہے، اخلاق کا بھی وجود ہے اس کی تاثیریں ہیں تو قدرتی طور پر سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ اِرتقاء جو انسان کے وجود اور اس کے عمل تک جاری تھا، کیا وہ آئندہ بند ہوگیا ؟ کیا ان اعمال اور اخلاق کی تاثیرات میں ارتقاء نہیں ہوتا ؟ انڈے کے اندر سفید سفید مرطوب چیز ہوتی ہے، اس میں نشوونما ہوتا ہے تو سفیدی زردی ہو جاتی ہے، زردی کا نشوونما اس کو گوشت، ہڈیوں، پروں اور پنجوں کی شکل میں بدل دیتا ہے، یہ نشوونما آگے قدم بڑھاتا ہے تو انڈے کے چھلکے کو پھاڑ دیتا ہے اور چوزہ بن کر ایک نئے عالَم میں گردش کرنے لگتا ہے، تمہیں حیرت نہ ہونی چاہیے اگر انڈے کی مثال کو سامنے رکھ کر کہا جائے کہ اعمال اور اخلاقِ انسانی کی تاثیرات نشوونما پاتے ہوئے اور ترقی کرتے کرتے اس حد پر پہنچیں گی کہ نظامِ شمسی یا جس نظام میں بھی موجود ہیں وہ چھلکے کی طرح پھٹ جائے گا اور انسان ایک نئے عالَم میں ظہور پذیر ہوگا جو اُس کے اعمال واخلاق کی ترقی یافتہ شکل کا عالَم ہوگا۔

☆ ''فکرِ مستقبل'' انسان کا سب سے پہلا فرض ہے، اگر آپ غروب آفتاب سے پہلے رات گزارنے کا انتظام ضروری سمجھتے ہیں، سفر سے پہلے سامانِ سفر اور جس منزل پر آپ کو پہنچنا ہے اُس منزل کا اتا پتا معلوم کرنا تقاضائے عقل قرار دیتے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ اِن سوالات کے جوابات تلاش کریں جن کا تعلق آپ کے مستقبل سے ہے لیکن انسان کی عقل جو مادّیت کے گھروندے میں پھنسی ہوئی ہے وہ اُس مستقبل کو کیسے معلوم کر سکتی ہے جو اِس خاکی مادّے سے بالا ہے اور بلند ہے۔

---

[1] یعنی جوہرِ رُوحانی، روحِ طیب، روحِ خبیث

قرآنِ حکیم نے اسی مستقبل کو ﴿ اَلْیَوْمُ الْاٰخِرْ ﴾ پچھلے دن، بعد میں آنے والے دن سے تعبیر کیا ہے اور اس کو یہ اہمیت دی ہے کہ نیکی کی تعریف کرتے ہوئے ایمان باللہ (اللہ پر ایمان لانے) کے بعد سب سے پہلے اسی کو شمار کرایا ہے۔

☆ اچھا، وہ خدا جس نے ہماری زندگی کی سدھار اور ترقی کی چیزیں پیدا کیں اور ہمارے کام میں لگا دیں، سانس لینے کے لیے ہوا، گرماہٹ کے لیے آفتاب کی شعائیں اور تازگی کے لیے پانی رہنے کے لیے زمین اور اُڑنے کے لیے آسمانی فضا اور اس طرح کی ہزاروں نعمتیں پیدا کیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے، جس نے شکمِ مادر میں بھی ہمارے لیے غذا پیدا کی اور جیسے ہی شکمِ مادر سے بچہ باہر آیا اُس کی غذا آغوشِ مادر میں خاص اُس جگہ پیدا کر دی جہاں اُس کا منہ رہتا تھا اور جبکہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا اس انجانی کے وقت میں بھی اس کو یہ بتا دیا کہ وہ کس طرح پستانِ مادر کو چوسے اور کس طرح اپنا ننھا سا پیٹ بھرے۔ کیا اُس نے ہماری اُس زندگی کی اصلاح اور درستی کی صورت نہیں بتائی ہوگی جو حقیقی اور لازوال زندگی ہے، وہ رب العالمین جس نے ارتقا کی منزلیں طے کرا کر انسان کو اپنی قدرت کا شاہکار بنایا پھر تخلیقِ انسان میں یہ عجوبہ کاری کہ معمولی سے بلکہ موہوم سے جرثومہ کو تولید کے مراحل طے کرائے، ہر مرحلہ میں اُس کی نگرانی اور اُس کی مخصوص مہربانی اِس کی کارساز و کارفرما رہی، ماں کی مامتا کے ظہور میں ابھی چند ماہ تھے کہ اُس رب اور پروردگار کی شفقت نے جرثومہ کو خون پھر گوشت کا ٹکڑا، پھر نمونہ انسان، پھر طفل انسان بنایا پھر اس طفل کے لیے آغوش مادر کو خزانہ محبت، شفقت پدر کو سائبانِ رحمت کی حیثیت بخشی، جب اس کی اس چند روزہ زندگی کے لیے قدرت کی یہ تمام فیاضیاں اور خلق وتدبیر کی یہ تمام کارسازیاں ہیں، کیا عقل فیصلہ کر سکتی ہے کہ اُس نے مابعد الحیات کی ارتقائی منزلوں کے لیے کوئی انتظام نہ کیا ہوگا ؟ جس رب العالمین نے انسان کی پرورش کے لیے انوکھا اور عجیب وغریب نظام قائم کر رکھا ہے کیا ممکن ہے اُس نے مستقبل کی فلاح و سعادت کے لیے کوئی نظام کوئی قانون نہ بنایا ہو، کوئی قاعدہ مقرر نہ کیا ہو، جس طرح حال کی ضرورتیں ہیں ایسے ہی مستقبل کی ضرورتیں ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ حال کی ضرورتوں کے لیے تو اُس کے پاس سب کچھ ہو لیکن مستقبل

کی ضرورتوں کے لیے اُس کے پاس کوئی کارسازی اور کوئی پروردگاری نہ ہو۔

☆ صحیح ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے مگر ایجاد کس طرح ہوتی ہے، ضرورت کا احساس لوگوں میں بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ ضرورت دماغوں پر مسلط ہوتی ہے، چارہ کار کی فکر میں دماغ مصروف رہنے لگتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے وہی ضرورت اور اُس کے چارہ کار کی ادھیڑ بن ذہنوں میں رہتی ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ انہیں سوچ وِچار کرنے والوں میں سے کسی ایک کے دماغ میں ایک جھلک سی آتی ہے، وہ جھلک رہنمائی ہوتی ہے چارہ کار کی اب ذہن اس جھلک کے پیچھے چلتا ہے اُس کے ہر ایک پہلو پر غور کرتا ہے تو اس ضرورت کے متعلق تدبیریں سامنے آجاتی ہیں جن سے ایک منصوبہ مرتب ہو جاتا ہے وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جو اس سوچ وِچار میں تھے تو ہر ایک ذہن اس منصوبہ کو قبول کر لیتا ہے اور ایک چیز کی ایجاد ہو جاتی ہے، آپ اس جھلک کو الہام کہہ سکتے ہیں یہ اُن کو ہوتا ہے جو اس ضرورت سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں اس کے نشیب وفراز سے واقف گویا اس ضرورت کے سلسلے میں ماہرفن ہوتے ہیں۔

☆ وہ بندگانِ خدا جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے، نوعِ انسان کی ہمدردی ان کی فطرت کا جوہر ہوتی ہے، وہ اس ہمدردی میں پورے مخلص اور ہر طرح سچے ہوتے ہیں، نوعِ انسان کی فلاح و بہبود اُن کا نصب العین ہوتی ہے، خرابیاں اور برائیاں ان کے لیے دردِ جگر اور سوہانِ روح ہوتی ہیں، وہ اس فکر میں رات دن منہمک رہتے ہیں کہ کس طرح خرابیاں دُور ہوں اور فلاح و بہبود کے راستہ کو انسان اختیار کریں، یہی باتیں ان کے ذہنوں کی ادھیڑ بن ہوتی ہیں اس طرح کی جھلک ان کے سامنے بھی آتی ہے جس کا تعلق انسان کے مستقبل، اُس کی روحانی ترقی اور اُس کی فلاح و بہبود سے ہوتا ہے، یہ جھلک جس کو ہم نے اِلہام کہا تھا یہی الہام ہے جس سے مستقبل کی ضرورتوں کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔

تمدن یا مادّی ترقیات کے سلسلہ میں جو مسائل سامنے آتے ہیں اُن میں جو اُلجھن پیدا ہوتی ہے وہ اخلاقی یا روحانی مسئلہ نہیں ہوتا اس کا تعلق کسی فن یا آرٹ سے ہوتا ہے لہٰذا اُس فن کی مہارت اور اُس کی ترقی کی لگن تو ضروری ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ یہ ماہر شخص اخلاق اور روحانیت میں

بھی کمال رکھتا ہو مگر وہ مسائل جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ان کا سارا تعلق اخلاق اور روحانیت سے ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس کو اِلہام کی روشنی عطا ہو وہ روحانیت میں سب سے بلند اخلاقی کمالات میں سب سے اُونچا ہو، بچپن سے اس کو یہی لگن رہی ہو، سچائی، پاکبازی، امانتداری جیسے اعلیٰ اخلاق کا بہتر نمونہ ہو، خالق ذوالجلال پر پورا یقین اور بھروسہ رکھتا ہوا پنے زمانہ کا سب سے بڑا خدا پرست، خدا ترس ہو۔

☆ یہ غلط اور قطعاً غلط ہے اور سراسر نادانی ہے کہ اللہ میاں انسان کی شکل میں آتا ہے اور انسان اوتار[۱] بن جاتے ہیں بلکہ جانا پہچانا تجربہ جس سے انکار نہیں ہوسکتا یہی ہے کہ اللہ میاں انسانوں کو انسانوں کے ذریعہ ہی سکھاتا ہے، تمام ایجادیں اسی طرح ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی ماہر کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے وہ اس کا تجربہ کرتا ہے تجربہ صحیح ہوتا ہے تو اُس کو چلاتا ہے پھیلاتا ہے رواج دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روحانیت کے بڑے بڑے ماہر پیدا کیے اُن کے دلوں میں روحانی کمالات اور اُخروی ترقیات کی باتیں ڈالیں، ان کے لیے خاص خاص پیغام نازل کیے، یہ ماہرین ''انبیاء'' تھے اور یہ پیغامات ''کتابیں'' آخری پیغام ''قرآنِ حکیم'' ہے۔ مادّی ترقیات ادھوری ہیں، انسان رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے کیونکہ مادّی ترقی نہ ہونے سے انسان کے روحانی کمال میں فرق نہیں آتا لیکن روحانی تعلیم کا اثر انسان کے مستقبل پر یعنی اُس کی آخرت پر پڑتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے روحانی تعلیمات کو پہلے ہی مکمل فرمادیا تاکہ جس کو توفیق ہو وہ روحانی کمال حاصل کرے اور ناواقفیت کا عذر باقی نہ رہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ مکی ﷺ آخری نبی ہیں جن کے ذریعہ روحانی تعلیم مکمل فرمادی گئی اور سلسلہ نبوت ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا، اللہ کا آخری پیغام یعنی قرآنِ حکیم جو رُوحانی کمالات کا مکمل درس ہے اُس کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا، سینکڑوں برس گزر گئے وہ اب تک اُسی طرح محفوظ ہے ایک شوشہ کا فرق بھی اس میں نہیں آیا، ہر دور اور ہر زمانہ میں لاکھوں انسان اس کے حافظ رہے،

---

[۱] ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق خدا کا کسی انسان کے جسم میں داخل ہو کر مخلوق کی اصلاح کے لیے دنیا میں آنا۔

حافظ ہیں اور اسی طرح حافظ رہیں گے، ہزاروں بلکہ لاکھوں حافظ ہر سال رمضان شریف میں یہ قرآن نمازوں میں کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو سناتے ہیں، کوئی بھی حافظ اگر معمولی سے معمولی غلطی بھی کرتا ہے تو دوسرا حافظ فوراً اُسے ٹوک دیتا ہے اور اُس کو آگے پڑھنے نہیں دیتا جب تک وہ اپنی غلطی کی اصلاح نہ کرلے، اس طرح ہر سال لاکھوں مسلمان پورے قرآن کو اَز اوّل تا آخر چیک کرتے ہیں اور اِسی بنا پر ان کو پورا یقین ہے کہ یہ قرآن وہی ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا تھا اور چونکہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رہے اور لوگ اس سے ہدایت پاتے رہیں، اُسی اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ رکھنے کا یہ غیر معمولی حیرت انگیز طریقہ سمجھا دیا جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب کے پاس نہیں ہے اور یہی حفاظتِ قرآن کا راز ہے۔ (جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

سلسلہ تقاریر نمبر۱۱ قسط : ۲، آخری

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

تکبر اور فساد

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

لوگوں میں فساد پھیلانا :

اسی طرح سے دوسری چیز اللہ تعالیٰ کو نہایت مبغوض ہے وہ یہ کہ لوگوں میں فساد کرانا، لوگوں میں لڑائی ڈلوانا، مال کو عزت کو راحت کو لوگوں کی اُٹھانا، بعضے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اُن کو چین ہی جب پڑتا ہے کہ لوگوں میں فساد ڈالوایا جائے لڑوایا جائے گالی گلوچ کرایا جائے نقصان کرایا جائے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ بڑے گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے کبائر کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں بڑا گناہ شرک کرنا ہے خدا کا شریک کسی کو بنانا ہے اور ''عقوقِ والدین'' والدین کی نافرانی کرنا بڑا گناہ ہے کبائر میں سے ہے۔

والدین کے حقوق :

والدین کا ماں باپ کا اللہ تعالیٰ نے بڑا حق ذکر کیا ہے اپنے حق کے بعد اور اپنے رسول کے حق کے بعد اللہ تعالیٰ ماں باپ کا حق ذکر فرماتا ہے اور بہت تاکید کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ نہیں دو جگہ نہیں قرآن میں مختلف مقامات میں ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور ان کی ہر قسم کی رضا جوئی کرنا اس کا حکم فرمایا ہے ﴿ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْھَرْ ھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ﴾ جب تک ماں باپ جوان ہوں قوی ہوں جب تک تو بچے ڈرتے ہیں اگر کوئی بچہ نافرمانی کرے گا تو باپ چپت مار دے گا اُس کو ذلیل کرے گا گالی دے گا لیکن جب ماں باپ بڑھے

ہو جائیں تب ایسا ہوتا ہے بیٹا اور بیٹی نافرمانی کرتے ہیں بات بات پر ٹوکتے ہیں ان کو ستاتے ہیں۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین شخص نہایت زیادہ بدنصیب ہیں :

ایک وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے دونوں ماں باپ کو یا دونوں میں سے ایک کو پایا اور اُن کی دعاؤں سے محرومی ان کی فرمانبرداری نہ کرنے کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکا وہ نہایت زیادہ بدنصیب ہے ماں باپ کی خدمت گزاری کرنا اُن کی تابعداری کرنا خداوندِ کریم کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔

رمضان کا مہینہ نہایت برکت کا مہینہ ہے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نہایت زیادہ اُترتی ہے ہر رات میں اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور آخری رات میں جو عید کی رات ہے اتنے آدمیوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جتنے کہ تمام رمضان میں آزاد کیے تھے۔ رمضان کے روزے رکھنا رات کو جاگنا قرآن پڑھنا تراویح پڑھنا، خدا کی عبادت کرنا یہ باعث ہے جنت کے حاصل کرنے کا تو جو لوگ رمضان میں عبادت کرتے ہیں اللہ کے حکم پر چلتے روزہ رکھتے ہیں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں راتوں کو تہجد اور تراویح وغیرہ پڑھتے ہیں وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ جنت کے دروازوں کو کھول دو اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دو جو زیادہ تر شریر شیطان ہیں اُن کو سب کو قید خانے میں زنجیروں میں جکڑ دو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دی جاتی ہے اعلان کیا جاتا ہے : یَابَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ اے خیر کے چاہنے والے آگے بڑھ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کر اور جو برائی کے کرنے والے ہیں فسق و فجور پر عمل کرنے والے ہیں ان کو حکم ہوتا ہے کہ تم رُک جاؤ۔ لِلّٰہِ عُتَقَاءُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ بہت سے خدا کے بندے ہر رات میں رمضان کی دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں، بہت خیر اور برکت کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ رمضان کے اندر بڑی وسعت کے ساتھ کھول دیا جاتا ہے۔

---

۱ مشکوۃ شریف کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۶۰

دنیا میں اس کی مثال :

اور آپ نے دیکھا ہوگا ہمیں یاد ہے کہ امیروں کے یہاں جب خوشی کا دن آتا ہے کوئی بچہ پیدا ہوا یا کسی کی شادی ہے یا اور کوئی خوشی کا وقت ہوتا ہے تو اُس وقت میں خزانہ کھول دیا جاتا ہے اور بہت تقسیم کیا جاتا ہے غریبوں کو، بیواؤں کو، یتیموں کو سب کو دیا جاتا ہے، دنیا کے بادشاہوں اور نوابوں کے یہاں راجاؤں کے یہاں خوشی کے دن اس طرح سے خزانہ کھول دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان کے ایام میں اور خصوصاً اخیر عشرہ میں بیسویں تاریخ سے اخیر تک اور بالآخر شبِ قدر کی راتوں میں ایسا خزانہ کھولا جاتا ہے جس کی حد و نہایت نہیں، بندوں کے اُوپر انتہائی رحمت اور شفقت ہوتی ہے مگر وہی شخص انتہائی شفقت کا مستحق ہوگا جو دربار میں اللہ تعالیٰ کے حاضر ہوگا جیسے دنیا کے اندر نوابوں نے بادشاہوں نے خزانہ تقسیم کیا تو جو شخص خزانہ مانگنے کے واسطے لینے جائے گا اُس کو ملے گا مگر جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہو کچھ پروا نہیں کرتا بادشاہ کے دروازے پر حاضر نہیں ہوتا اُس کو کچھ بھی نہیں ملتا۔

یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو خدا کی عبادت کرنے کے اندر کوتاہی کرتے ہیں رمضان کا مہینہ ہے پان کھائے ہوئے چائے پیے ہوئے ہوٹلوں کے اندر جا کر روزہ پیتے ہیں اور خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں ان لوگوں کو رحمت کا استحقاق نہیں اس واسطے جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور پھر جنت میں داخل نہ ہو وہ شخص انتہائی درجہ کا بدنصیب ہے۔

درود شریف پڑھنے کی اہمیت اور نہ پڑھنے کا وبال :

تیسرا وہ شخص کہ جس کے سامنے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی ذکر کیا گیا آپ کا ذکر کیا گیا مگر اُس نے آپ پر دُرود نہ بھیجا۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میرا نام سنو تو مجھ پر درود بھیجا کرو یہ آپ کا حکم نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ اللہ تعالیٰ کا حکم سناتے ہیں اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ [1] ''وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا وہ نہایت درجہ کا بخیل ہے۔''

---

[1] السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث ۸۰۴۶

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰة والسلام کے ذریعہ یہ حکم نازل کیا گیا کہ اے محمد ﷺ کیا تم اِس پر خوش نہیں ہو کہ جس شخص نے بھی تم پر ایک دفعہ دُرود بھیجا میں دس رحمتیں اُس کے اُوپر اُتاروں گا۔ تو اگر کسی شخص کے سامنے آقائے نامدار علیہ الصلوٰة والسلام کا نام ذکر کیا گیا اور اُس نے درود نہ پڑھا تو فرماتے ہیں کہ وہ انتہائی درجے کا بدنصیب ہے۔

اسلام میں احترامِ والدین کی تاکید :

تو بھائیو ! تذکرہ تو اس کا ہو رہا تھا کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہمارے زمانے میں بہت کم ہو گیا اب ہمارے نوجوانوں میں مردوں میں اور عورتوں میں وہ وبا زیادہ عام ہوتی چلی جاتی ہے کہ ماں باپ کا حکم نہیں مانتے اُن کی خدمت نہیں کرتے اُن کی اطاعت نہیں کرتے اُن کو خوش نہیں رکھتے برابر ستاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں جواب دیتے ہیں گھر سے نکل کر بھاگ جاتے ہیں طرح طرح کی ذلتیں اُٹھاتے ہیں جنابِ باری سبحانہٗ و تعالیٰ بڑی سخت تاکید کرتا ہے اور کہتا ہے ﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا﴾ اگر دونوں ماں باپ یا ایک اُن میں سے بڑھے ہو جائیں ضعیف ہو جائیں تمہیں نافرمانی سے نکالنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں کبھی ''اُف'' کا کلمہ بھی ان کے سامنے مت کہو ''اُف'' کا کلمہ عربی کلمہ ہے جب آدمی کسی چیز سے گھبرا جاتا ہے اُکتا جاتا ہے تو کہتا ہے ''اُف'' تو ماں باپ کے حکم کا جواب دینا اُن کی تحقیر کرنا تو درکنار اگر وہ کسی بات کو کہیں تو اپنے اُکتانے کو اپنے گھبرانے کو بھی ظاہر مت کرو ﴿وَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا﴾ کبھی ماں باپ کو ٹوکنا مت ان کی بات کا سختی سے جواب نہ دینا ﴿وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا﴾ ان سے نہایت عزت اور شرافت کی باتیں کیا کرو نرمی کی باتیں کرو۔ تو بھائی ! یہ بہت بڑا کبیرہ ہے، بہت بڑا گناہ ہے میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اس لیے کہ جس مقصد کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اس سے دور پڑ جاؤں گا، درمیان میں اس کا تذکرہ آیا تو میں نے یہ تین چیزیں آپ کے سامنے عرض کیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تین شخصوں سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے۔

ایک وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔

دوسرے وہ شخص جس نے اپنے دونوں ماں باپ کو یا ایک کو زندہ پایا اور اُن کی خدمت گزاری ان کی دعاؤں ان کی شفقتوں (سے محرومی) کی وجہ سے جنت میں نہ گیا، ماں باپ کی دعا اولاد کے واسطے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس طرح سے نفع دیتی ہے اولاد کو ہر قسم کی مصیبتوں کے دور کرنے کے واسطے ہر قسم کی ترقی کے واسطے جیسے چھوٹے درختوں کے لیے پودوں کے لیے پانی باعث زندگی کا ہوتا ہے بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اسی طرح ماں باپ کی دعائیں اولاد کے واسطے بہت زیادہ مفید ہیں، اولاد اپنے ناز میں اپنے غرور میں ماں باپ کی سنتے نہیں ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے بہت منع کرتے ہیں، قرآن ایک جگہ نہیں کئی جگہ پر بہت زیادہ تاکید کرتا ہے کہ ماں باپ کی تابعداری کرو اُن کے حکم پر چلو اُن کے ساتھ اچھا معاملہ کرو نرمی کا معاملہ کرو اُن کو خوش رکھو اور جس قدر ممکن ہو اُن کی خدمت کرو۔

والدین اور اولاد کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق :

ایک شخص آکر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ میرا باپ نہایت بڈھا ہے کمزور ہے میں اُس کا کھانا پینا پاخانہ پیشاب ہر قسم کی خدمت انجام دے رہا ہوں کیا میں ماں باپ کے حق سے سبکدوش ہوسکوں گا، اللہ کے یہاں جو اِن کا ماں باپ کا میرے اُوپر حق ہے میں جب ان کی خدمت کررہا ہوں اِس بڑھاپے میں تو میں سبکدوش ہوسکوں گا ؟ تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں سبکدوش نہیں ہوسکے گا، وہ تیری خدمت کرتے تھے تیرے بچپن کے زمانے میں تیرا پاخانہ پیشاب، اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا ہر قسم کا کرتے تھے اور کرتے ہوئے ہر ایک کے لیے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ میرے بچے کو سلامت رکھ میرے بچے کی عمر زیادہ ہو، اِس کی عمر کو بڑھا، خدمت کرتے تھے تیری اور تیری عمر کی درازی کو چاہتے تھے اور تو خدمت کرتا ہے ماں باپ کی، اُٹھاتا ہے، بٹھاتا ہے، کھلاتا ہے، پلاتا ہے مگر تیری نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کا خاتمہ جلدی سے کردے، تجھے ماں باپ کے خاتمہ کی خواہش ہے تو دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت اور سلامتی کے ساتھ میری ماں کو اُٹھالے باپ کو

اُٹھالے تو تیری خدمت میں اور ماں باپ کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق ہے تو اِن کی موت چاہتا ہے اور وہ تیری حیات چاہتے ہیں۔ تو میرے بھائیو ! ذرا قدر پہنچانو ماں باپ کی قدر پہچانو اِن کی رضا میں اِن کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

تیسری چیز میں نے عرض کی تھی کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کا احسان اتنا نہیں ہے جتنا کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسان ہم تمام مسلمانوں پر ہے، اگر وقت ہوتا تو میں اس کی تفصیل عرض کرتا مگر بہر حال آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام خداوند کریم کی سب سے بڑی نعمت ہیں ہر اُمت کو اُس کا نبی اللہ کی رحمت دیا گیا ہے مگر ہمارے لیے حضرت محمد ﷺ اتنی بڑی نعمت ہیں کہ ہم شکریہ ادا کرتے کرتے سالہا سال اس میں خرچ کریں، ادا نہیں کر سکتے۔

شفاعتِ کبریٰ :

میں ایک بات آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احسان کی اور چیزیں تو وقت وقت پر بتائی جاتی ہیں، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہر ایک پیغمبر کو ایک دعا اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ جس کے اندر اُسے استعمال کرنے کا اختیار ہے (ہر نبی نے وہ دعا دنیا ہی میں استعمال کر لی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخرت میں استعمال کے لیے چھوڑ دی تھی چنانچہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر نبی کے پاس لوگ جا کر التجا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ حساب شروع کیا جائے مگر نبی معذرت کریں گے اور) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اتنا غصہ میں ہے کبھی اتنا غصہ نہ ہوا نہ آگے کرے گا، آج ہماری ہمت نہیں پڑتی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے سب کنی کاٹ دیں گے اور کہیں گے کہ بھئی بس جاؤ ہم نہیں کر سکتے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور فرمائیں گے اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا اور سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ شفاعتِ کبریٰ قبول فرمائے گا۔

نبی کریم ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں :

تو میں اس بات کو کہتا ہوں کہ ہمارے لیے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ ایسی عظیم الشان نعمتِ خداوندی ہیں کہ کوئی نعمت اس کے برابر نہیں، تو ہمارا فرض ہے کہ وہ پیغمبر جس کے ذریعے سے ہم کو اسلام، ہم کو ایمان، ہم کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوئی اُس کا جب بھی نام سنیں تو تعظیم کے ساتھ ان کے لیے دورد اور دعا کریں، وہ شخص نہایت بد بخت ہے کہ آپ کا نام سنا اور درود شریف نہ پڑھا۔

دو شخصوں کے درمیان فساد پیدا کرنا :

تو بھائی ! جنابِ رسول اللہ ﷺ کبیرہ گناہوں کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاِفْسَادُ ذَاتِ الْبُیْنِ شرک، حقوقِ والدین ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں وَاِفْسَادُ ذَاتِ الْبُیْنِ دو آدمیوں کے درمیان میں فساد کرادینا، جھگڑا کرادینا یہ نہایت بڑا گنا ہے وَاِفْسَادُ ذَاتِ الْبُیْنِ هُوَالْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ اِنَّهَا تَحْلِقُ الشَّعْرَ بَلْ اِنَّهَا تَحْلِقُ الدِّیْنَ (اَوْ کَمَالَ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان لڑائی کرانا جھگڑا کرانا یہ مونڈھ دیتا ہے سر کو نہیں بلکہ دین کو مونڈھ دیتا ہے، دین سے بے دین کر دیتا ہے۔ لوگوں کے درمیان میں بعضے لوگوں کو اِسی میں چین پڑتا ہے کہ دو آدمیوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بے چین ہوجاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دو آدمی ہیں دو آدمیوں میں لڑائی کرادو، ادھر گئے اُدھر گئے چغلی کی جھوٹی سچی باتیں لگائیں اور اس کی وجہ سے دونوں میں لڑائی کرادی، اس واسطے جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ وَفِیْ رَوَایَةٍ اُخْرٰی قَتَّاتٌ [1] جو چغلی خوری کرتا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

مصلحتاً جھوٹ بولنے والا جھوٹا نہیں ہے :

اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ [2]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب باب حفظ اللسان رقم الحدیث ۴۸۲۳

[2] مشکوۃ شریف کتاب الاداب باب حفظ اللسان رقم الحدیث ۴۸۲۵

جو شخص دو آدمیوں میں لڑائی ہو اور جا کر کے جھوٹ بول کر کے دونوں میں صلح کروادے تو آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں جھوٹا نہیں ہے، اگر چہ یہ جھوٹ بول رہا ہے جھوٹ بول کر کے ہر ایک کے پاس کہا کہ دیکھو وہ تمہاری تعریف کرتا تھا اور پشیمانی ظاہر کرتا تھا مجھ سے غلطی ہوگئی میں نے ایسا ایسا جواب دیا، اُدھر اس سے بھی کہا دونوں کا جو غصہ جو صدمہ تھا وہ نکل گیا، ایسے جھوٹ بولنے کی وجہ سے صلح ہوگئی آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ شخص اللہ کے یہاں جھوٹا نہیں ہے لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ .

تو میرے بھائیو ! اللہ تعالیٰ کو اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کو یہ چیز پسند ہے کہ لوگ مل جل کر رہیں لڑائی جھگڑا نہ کریں، لڑائی جھگڑا نہایت مبغوض ہے اللہ اور رسول کے نزدیک اور محبت اور پریم سے رہنا، میل جول سے رہنا ایک دوسرے کی تعدی کو معاف کرنا (یہ چیزیں پسندیدہ ہیں اللہ کے نزدیک) کسی نے گالی دی یا ستایا اُس کو معاف کرو ﴿اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ جاہل آدمی کچھ برا بھلا کہے تو سلام کر کے چلے جاؤ، آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام کی یہی عادت تھی اور قرآن میں کہا کہ ﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ برائی کا بدلہ برائی سے مت دو، بھلائی سے دو، جو تمہیں برا کہتا ہے تم تو یہ سمجھتے ہو کہ اُس نے مجھے گالی دی تو میں بھی گالی دوں، اگر وہ ایک گالی دے تو میں دس گالی دوں، وہ ایک چپت مارے تو میں دس چپت ماروں، وہ ایک ڈنڈا ما دے میں اُس کو قتل کر دوں تم یہ سمجھتے ہو مگر یہ بالکل غلط ہے قرآن فرماتا ہے کہ ﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ﴾ بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں ہیں ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ لوگوں نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے تو اُس کا جواب بھلائی سے دو، اگر تم بھلائی سے جواب دوگے وہ پتھر مارے گا تم پھول ماروگے، وہ گالی دے گا تم تعریف کروگے، وہ تم کو نقصان پہنچائے گا تم اُس کو نفع پہنچاؤ گے اللہ تعالیٰ اِس کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں برابر نہیں ہیں ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ﴾ اس برائی کا بدلہ تم بھلائی سے دو تمہارا دشمن تمہارا سچا دوست ہوجائے گا۔

حضور ﷺ کی کریمانہ شان اور مخلوق پر شفقت :

آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام کی یہی عادت تھی آپ نے کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا سب سے سخت (تکلیف) آپ کو دی گئی اور آپ فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ. اے اللہ ! میری قوم کو معاف کردے یہ مجھ کو جانتے نہیں۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے آکر کے شکایت کی کہ ہمارے دشمن کافروں نے اس طرح ہم کو ستایا ہے بد دعا کیجیے کہ وہ ہلاک ہوجائیں تو آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں بد دعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں، آپ نے دعا کی اُن لوگوں کے لیے، قوموں کی قومیں قبیلوں کے قبیلے مسلمان ہوئے ہیں آپ کی دعا کی برکت سے۔

تو بھائی ! میں بہت دور چلا گیا، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دو چیزیں اللہ تعالیٰ کے یہاں نہایت ناپسندیدہ ہیں نہایت مبغوض ہیں : ایک تکبر دوسرے فساد، دو شخصوں کے اندر فساد اور لڑائی کرانا اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے ﴿ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ﴾ وہ آخرت کا عالم ہم اُن لوگوں کے لیے کریں گے جو زمین کے اندر تکبر تعلّی اپنی بڑائی نہیں چاہتے تھے نہ کرتے تھے نہ لوگوں کے اندر فساد کرانا چاہتے تھے جو ایسا نہیں کرتے اور خدا سے ڈرتے رہتے ہیں خدا کے غضب سے بچنا چاہتے ہیں خدا کی پکڑ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں ان ہی کے لیے آخرت کی بھلائیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات :

میرے بھائیو ! ان بری خصلتوں کو چھوڑو اور اللہ کا ذکر کرو اللہ کو یاد کرو، سب سے بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا ہمارے اُوپر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انسان بنادیا وہ چاہتا تو گدھا کتا بلی چوہا بنادیتا مگر اُس نے ہمارے اور تمہارے اُوپر فضل کیا ہم کو انسان بنایا جو کہ اشرف المخلوقات ہے تمام مخلوقات میں سب سے بلند مرتبہ والی مخلوق انسان ہے، یہ خدا کا کتنا بڑا احسان ہے اور پھر ایسا انسان بنایا کہ ماں کے پیٹ میں اُس نے آنکھیں دیں، کان دیے، زبان دی، ہاتھ دیے، پیر دیے، دل دیا، دماغ دیا،

سر سے پیر تک جتنے جوڑ بند ہیں اُس نے ماں باپ کے پیٹ میں دیے، ہم نے مانگا بھی نہیں تھا نہ ہم میں مانگنے کی طاقت تھی، خدا نے اپنے فضل سے اپنے کرم سے ہم کو یہ چیزیں دیں اگر وہ چاہتا تو اندھا پیدا کردیتا لولا پیدا کردیتا لنگڑا پیدا کردیتا بہرا پیدا کرتا گونگا پیدا کردیتا دیوانہ پیدا کردیتا مگر اُس نے ہم کو سب چیزیں دیں، کتنا بڑا احسان ہے ذرا سوچو ایک ذرا سا فرق آنکھوں میں پڑجاتا، ہاتھ میں پڑجاتا تو کیسی زندگی دوبھر ہوجاتی ہے، انسان کو تو چاہیے کہ دن و رات اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں وقت خرچ کرے کیونکہ جتنا احسان اللہ تعالیٰ نے انسان کے اُوپر کیا کسی مخلوق پر نہیں کیا۔

اور ہر ہر نعمت اتنی ہے کہ کروڑوں روپیہ اگر خرچ کیا جائے تو نہیں حاصل ہوسکتیں جیسے آنکھ اللہ نے دی ہے تمام دنیا کے ڈاکٹروں کو حکیموں کو فلسفیوں کو جمع کرلو نہ ویسی آنکھ کوئی بنا سکتا ہے نہ کان بنا سکتا ہے نہ زبان بنا سکتا ہے نہ ہاتھ بنا سکتا ہے نہ پیر بنا سکتا ہے تم ڈاکٹر صاحب کے ذرا سے حکیم صاحب کے ذرا سے علاج کے اُوپر دن و رات اُن کا راگ گاتے ہو، ان کی تعظیم کرتے ہو اور خدا نے کتنی نعمتیں دی ہیں، ذرا سر سے پیر تک دیکھو کس وقت دیں ماں کے پیٹ میں دی ہیں ماں کی گود میں دی ہیں لڑکپن میں دی ہیں جوانی میں دی ہیں آج بڑھاپے میں دے رہا ہے کس قدر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہمارے اُوپر برس رہی ہیں۔

ذرا غور کرو اور دیکھو کہ ہم کتنے بڑے نمک حرام ہیں وہ دانت نہ دیتا تو ہم کیا کھا سکتے تھے اگر زبان نہ دیتا تو کچھ بول سکتے تھے اگر تمہارے معدہ میں صحت نہ دیتا تو کیا تم کھانا ہضم کر سکتے تھے ہر وقت میں ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں برس رہی ہیں ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے کے لیے بیٹھو تو گن نہیں سکتے کس قدر نمک حرامی کی بات ہے کہ ہم دن رات کے چوبیس گھنٹے کے اندر کبھی اللہ کو بھول کر کے یاد نہیں کرتے، عبادت کرنا تو درکنار زبان سے کہے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے سو کر کے اُٹھے ہو آنکھیں تمہاری موجود ہیں زبان تمہاری موجود ہے نہ فالج ہے نہ لقوہ ہے نہ بیماری ہے، صحیح وسالم اُٹھتے ہو، تمہاری چھوٹی زبان سے یہ نہیں نکلتا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھ کو موت کے بعد،

(دوبارہ زندہ کیا) سونا اور مرنا دونوں برابر ہیں تم سو رہے تھے تم کو کچھ خبر نہیں تھی پاس تمہارے سانپ آتا ہے نہیں جانتے بچھو آتا ہے نہیں جانتے شیر آتا ہے نہیں جانتے جبکہ سوتے رہتے ہو تو مردہ کی طرح تھے خداوند کریم اِس کے بعد تم کو اُٹھاتا ہے تو تم کو شکر ادا کرنا چاہیے۔

ڈاڑھی منڈانا :

مگر ہماری بیوقوفی، بجائے شکر کے اُٹھ کر کے بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی کفرانِ نعمت کرتے ہیں، اُٹھتے ہی اوّلاً جا کر کے ڈاڑھی منڈاتے ہیں اُسترا لگا کر کے، ڈاڑھی منڈانا جنابِ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہے رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَقَصُّوا الشَّوَارِبَ اے مسلمانو ! مشرکین کی صورت مت بناؤ ڈاڑھیاں بڑھاؤ مونچھوں کو کٹاؤ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہی ہے مگر تم صبح ہی صبح ڈاڑھی منڈاتے ہو نماز کی فکر نہیں روزے کی فکر نہیں، کبھی کسی سکھ کو ڈاڑھی منڈا نہیں دیکھا ہوگا، کافر ہے مگر اپنے گرو کا اتنا تابعدار ہے اور ہم مسلمان ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی صورت سے اور آپ کی سیرت سے نفرت کرتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ہر بات میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کے قدم بقدم چلتے۔

نجات فقط حضور علیہ السلام کی اتباع میں ہے :

نجات فقط اِسی میں ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کرو، قرآن کہتا ہے ﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ﴾ اے محمد ﷺ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اللہ کی محبت ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے پالا ہے تم کو رزق دے رہا ہے اگر اُس سے محبت ہے تو فقط ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ حضرت محمد ﷺ کے پیچھے پیچھے چلو قدم بقدم چلو جس طرح سے وہ کریں ویسا کرو ویسی صورت اور سیرت بناؤ۔

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے نہایت محبوب بندے ہیں، اپنے معشوق کی اپنے محبوب کی صورت بھی محبوب ہوتی ہے سیرت بھی محبوب ہوتی ہے، اگر ان کی صورت بناؤ گے سیرت بناؤ گے

تو ﴿يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ خدا تمہارا عاشق ہو جائے گا محبّ ہو جائے گا ﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

تو بھائی کوشش کرو غفلت کو چھوڑو، جنابِ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر کی وجہ سے انسان کے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں، خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو تاکہ ہمارا خاتمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ہو وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کا نام لیتے ہوئے ہماری دنیا سے رُخصتی ہو اور جو ایسا کرے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مَا مِنْ شَيْئٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ یا مِثْلُ ذِكْرِ اللّٰهِ فرماتے ہیں کوئی چیز اللہ کے عذاب سے ایسی نجات دینے والی نہیں ہے جس طرح سے کہ اللہ کا ذکر نجات دینے والا ہے۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

☆

حضرت کا بیان ختم ہونے کے بعد کسی نے اعلان کیا کہ حضرت کے ہاتھ میں درد ہے اس لیے مصافحہ کے دوران گڑ بڑ نہ کریں بلکہ آہستگی اور ترتیب سے مصافحہ کریں، دوسرے یہ کہ کل صبح سات بج کر بیس منٹ پر حضرت قبلہ کی واپسی ہے اس لیے اسٹیشن پر ملاقات کی کوشش کریں اس پر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا

مصافحہ کی ایک غلط رسم کی اصلاح :

مصافحہ کو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا ہے مسلمانوں کو حکم دیا ہے ملاقات کے وقت میں جب ایک دوسرے سے غائب ہونے کے بعد ملاقات کرے تو اُس وقت مصافحہ کرے، ہمارے یہاں غلط طریقہ یہ رائج ہو گیا کہ جب وعظ ہو تو وعظ کہنے کے بعد واعظ سے مصافحہ کیا جاتا ہے گو وعظ کے ساتھ مصافحہ کرنا یہ سنت نہیں ہے، بہت سے ایسے لوگ جو ساتھ رہتے ہیں وہ بھی مصافحہ کرتے ہیں یہ غلط چیز ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اتنے بڑے مجمع میں ایک ایک سے مصافحہ کرنا کس قدر مشکل چیز ہے، جنابِ رسول اللہ ﷺ نے کسی وعظ کے بعد نماز کے بعد خطبے کے بعد مصافحہ کو مسنون

نہیں قرار دیا ہے، ہاں ایک آدمی دوسرے سے ملے باہر سے آیا ہے تو اور بات ہے، اس واسطے مصافحہ کی جدوجہد کرنا غیر مناسب ہے۔

غائبانہ دُعا کی مقبولیت :

اب آپ حضرات کو یہ کہا گیا کہ میں کل کو یہاں سے روانہ ہوں گا تو لوگ ملنے کے لیے آئیں یہ بھی غلط چیز ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام بھائی میرے واسطے دعا کریں میں آپ کے واسطے دعا کروں اور دیکھیے دعا پیٹھ پیچھے زیادہ مقبول ہوتی ہے کسی کے سامنے اس کے واسطے دعا کرنا اس قدر مقبولیت کا باعث نہیں ہے، آپ کا بھائی آپ کے سامنے نہیں ہے مگر آپ اُس کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ اُس کو سلامتی عطا فرما اُس کے مقاصد کو پورا کر اُس کی فلانی حاجت کو پورا کر دے تو جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دعا اللہ کے یہاں بہت مقبول ہوتی ہے۔

بہرحال میرے بھائیو ! کوئی صاحب اس کا قصد نہ فرمائیں کہ اسٹیشن پر تشریف لائیں میں آپ بھائیوں کا ایک معمولی درجہ کا خادم ہوں بحیثیتِ خدمت میں نے دو چار کلمات آپ کے سامنے عرض کیے ہیں۔

اور میں نے آخری چیز یہ عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنو، اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جس قدر ممکن ہو اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر تمام تکالیف کو دنیا اور آخرت کی تکالیف کو دُور کرنے والا ہے، میرے بھائیو ! کوشش کرو کہ جس قدر ممکن ہو ہماری زبان عادی ہو جائے اللہ کے ذکر کرنے کی، ہر وقت اللہ کا نام ہماری زبان سے نکلتا رہے تا کہ ہمارا خاتمہ مرنا اور اِس دنیا سے جانا اللہ کے نام پر ہو۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اپنے فضل اور کرم سے ہم تمام حاضرین کی دین اور دنیا کی مصیبتوں کو دُور فرما، اے پرور دگار اپنے فضل اور کرم سے ہم تمام حاضرین کو حضرت محمد ﷺ کا سچا تابعدار بنا دے، اے پروردگار اپنے فضل اور کرم سے ہم تمام حاضرین کو دنیا اور آخرت کی تکالیف سے مصیبتوں سے بچالے، ہمارے ملک میں امن وامان کو پھیلا دے، بیماریوں کو دُور کر دے غریبوں کی غربت کو دُور کر دے، اے پروردگار اپنے

فضل وکرم سے تمام حاضرین کی مرادوں کو پورا فرما، ہم تمام حاضرین کی مصیبتوں کو دُور فرما، ہمارا سب کا خاتمہ ایمان پر کر، حضرت محمد ﷺ کی معیت محشر میں عطا فرما، حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے ہم تمام حاضرین کو مالا مال کردے اور اے پروردگار اپنے فضل اور کرم سے اپنی جنت میں ہم تمام مسلمانوں کو داخل کردے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اسلامی معیشت وتجارت پر حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم کے وقیع علمی وتحقیقی مضامین پر مشتمل دو کتابیں چھپ کر بازار میں دستیاب ہیں

جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا شرعی جائزہ
صفحات 280

سابقہ "جدید معاشی مسائل" اور "جدید جواب" ایک جلد میں

☆شخص قانونی
☆محدود ذمہ داری
☆یومیہ پیداوار کی بنیاد پر نفع کی تقسیم
☆کریڈٹ کارڈ ☆اسلامی کریڈٹ کارڈ
☆تکافل
☆شیئرز کی خرید وفروخت
☆پبلک کمپنی کی حیثیت
☆تجارتی انعامی اسکیمیں

اسلامی صکوک
تعارف وتحفظات
صفحات 200

جدید معیشت وتجارت میں سرمایہ حاصل کرنے کے ایک ذریعہ تمسکات (Bonds) کے پیش کیے گئے اسلامی متبادل "صکوک" کا اردو زبان میں مکمل تعارف

☆صکوکِ اجارہ ☆صکوکِ مشارکہ
☆صکوکِ استصناع ☆صکوکِ مضاربہ
☆صکوکِ سلم ☆صکوکِ مرابحہ
☆صکوکِ مزارعہ ☆صکوکِ مساقاۃ

صکوک کی تمام اقسام کا ان کی اصطلاحات سمیت آسان انداز میں تعارف اور ان پر عالمانہ ومحققانہ تبصرہ

طرزِ تشنیع سے مبرا خالص علمی وتحقیقی اسلوب
اسلامی معیشت سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کے غور وفکر کے لیے گراں قدر ہدیہ

ہر بڑے مکتبہ پر دستیاب ہے

کہیں نہ ملنے کی صورت میں رابطہ کریں

042-37415559 0321-4374616
042-37414665 0346-4644606

ناشر: جامعہ دارالتقوٰی، جامع مسجد اقبال، چوبرجی پارک لاہور

قسط : ۱۴

تبلیغِ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغِ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے ، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے ۔(اِدارہ)

مذموم اخلاق کی تفصیل اور طہارتِ قلب کا بیان

(۴) چوتھی اصل ...... حسد کا بیان :

حسد کی حقیقت :

حسد کے یہ معنی ہیں کہ ''کسی شخص کو فارغ البالی یا عیش و آرام میں دیکھ کر کُڑھے اور اس کی نعمت کے جاتے رہنے کو پسند کرے'' حسد کرنا حرام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے پر

نعمت دیکھ کر حسد کرنے والا گویا میری اس تقسیم سے ناراض ہے جو میں نے اپنے بندوں میں فرمائی ہے۔[1]

رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ ''حسد نیکیوں کو اِس طرح جلا دیتا ہے جس طرح سوکھی لکڑیوں کو آگ جلا دیتی ہے'' البتہ ایسے شخص پر حسد کرنا جائز ہے جو اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ظلم یا معصیت میں خرچ کرر ہا ہو مثلاً مالدار ہو اور شراب خوری و زنا کاری میں اُڑا رہا ہو لہٰذا ایسے شخص سے مال چھن جانے کی تمنا کرنا گناہ نہیں ہے کیونکہ یہاں درحقیقت مال کی نعمت چھن جانے کی تمنا نہیں ہے بلکہ اُس فحش و معصیت کے بند ہو جانے کی آرزو ہے اور اس کی شناخت یہ ہے کہ اگر مثلاً وہ شخص اس معصیت کو چھوڑ دے تو اب اس نعمت کے جاتے رہنے کی آرزو بھی نہ رہے۔

یاد رکھو عموماً حسد کا باعث یا تو نخوت (تکبر) وغرور ہوتا ہے اور یا عداوت و خباثتِ نفس کہ بلاوجہ اللہ کی نعمت میں بخل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح میں کسی کو کچھ نہیں دیتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی دوسرے کو کچھ نہ دے۔

غِبطہ جائز ہے :

البتہ دوسرے کو نعمت میں دیکھ کر حرص کرنا اور چاہنا کہ اُس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی ایسی ہی حاصل ہو جائے ''غبطہ'' کہلاتا ہے اور غبطہ شرعاً جائز ہے کیونکہ غبطہ میں کسی کی نعمت کا ازالہ (دُور کرنا) مقصود نہیں ہوتا بلکہ اُس جیسی نعمت کا اپنے آپ کو حاصل ہو جانے کی تمنا ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

حسد قلبی مرض ہے اِس کا علاج ایک علمی ہے اور ایک عملی ہے۔

حسد کا علمی علاج :

علمی علاج تو یہ ہے کہ حاسد کو جاننا چاہیے کہ اس کا حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے اس محسود (حسد کیا ہوا) کا جس پر حسد کر رہا ہے کچھ بھی نہیں بگڑتا بلکہ اُس کا تو اور نفع ہے کہ حاسد کی نیکیاں مفت میں اس کے ہاتھ آرہی ہیں برخلاف حاسد کے کہ اُس کے دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔

دین کا نقصان :

دین کا نقصان تو یہ ہے کہ اُس کے کیے ہوئے نیک اعمال حبط (ساقط) ہو جاتے ہیں نیکیاں چلی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ کے غصے کا نشانہ بنا ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وسیع خزانہ کی بیشمار نعمتوں میں بخل کرتا ہے اور چاہتا ہی نہیں کہ دوسرے پر انعام ہو۔

دنیا کا نقصان :

دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا اور اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت و افلاس نصیب ہو پس جس پر حسد ہے اُس کے لیے بھی خوشی کا مقام ہے کہ مجھے رنج پہنچانا چاہتے تھے اور خود ہر وقت کے رنج میں گرفتار ہو گئے لہٰذا اس کے حسد سے اس کی تو مراد پوری ہو گئی اور حسد کرنے والا بڑے خسارہ میں رہا، تم ہی سوچو کہ تمہارے حسد کرنے سے محسود کو کیا نقصان ہوا ؟ ظاہر ہے کہ اس کی نعمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی بلکہ اور نفع ہوا کہ تمہاری نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں درج ہو گئیں کیسا اُلٹا قصہ ہوا، حاسد چاہتا تو یہ تھا کہ محسود دنیا میں تنگدست ہو جائے اور نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کی نعمتیں بحال رہیں اور دین کی نعمت نفع میں ملی اور حاسد نے عذابِ آخرت بھی سر رکھا اور اپنی قناعت و آرام کی زندگی کو رخصت کر کے ہر وقت کی خلش اور دنیوی کوفت خریدی تو ایسی صورت ہو گئی کہ دشمن کے ڈھیلا مارنا چاہتا تھا اور وہ اپنے ہی آلگا کہ جس سے اپنی آنکھ پھوٹ گئی اور طرہ یہ کہ دشمن یعنی شیطان کو بھی ہنسنے کا موقع مل گیا خصوصاً اگر کسی عالم یا متقی پر حسد کیا جائے کہ اس کا علم و تقویٰ زائل ہونے کی تمنا ہو تو یہ حسد سب سے زیادہ برا اور بدتر ہے۔

حسد کا عملی علاج :

عملی علاج حسد کا یہ ہے کہ حسد کا مقصود تو یہ ہے کہ تم محسود کی عیب جوئی کرو اور رنج و غم کے گھونٹ رات دن پیو لہٰذا تم نفس پر جبر کرو اور قصداً اُس کے منشا کی مخالفت کر کے اُس کی ضد پر عمل کرو یعنی محسود کی تعریفیں بیان کرو اور اُس کے سامنے تواضع اور اس نعمت پر خوشی و مسرت کا اظہار کرو جو اُسے

مرحمت ہوئی ہے جب چند روز بہ تکلف ایسا کرو گے تو محسود کے ساتھ تم کو محبت پیدا ہو جائے گی اور جب عداوت جاتی رہے گی تو حسد بھی نہ رہے گا اور اس رنج و غم سے تم کو نجات مل جائے گی جس میں حسد کی وجہ سے تم مبتلا ہو رہے تھے۔

شاید تم کو یہ شبہ لاحق ہو کہ دوست میں اور دشمن میں فرق ہونا تو انسان کا طبعی امر ہے اور اپنی اختیاری بات نہیں کہ جس طرح اپنے دوست کو راحت میں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اسی طرح دشمن کو بھی راحت میں دیکھ کر مسرت ہوا کرے اور جب اختیاری بات نہیں ہے تو انسان اس کا مکلّف بھی نہیں ہو سکتا لٰہذا میں کہتا ہوں کہ بے شک اتنی بات صحیح ہے اور اگر اِسی حد تک بات رہے تو گناہ بھی نہیں لیکن اس کے ساتھ جتنی بات اختیاری ہے اُس سے بچنے کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور وہ دو اَمر ہیں۔

اوّل : یہ کہ اپنی زبان اور اعضا اور افعالِ اختیاریہ میں حسد کا اثر مطلق نہ ہونے دو بلکہ نفس پر جبر کر کے اُس کی ضد پر عمل کرو جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں۔

دوم : یہ کہ نفس میں جو حسد کا مادہ موجود ہے جو اللہ کی نعمتوں کو بندوں پر دیکھنی پسند نہیں کرتا اُس کو دل سے مکروہ سمجھو اور یہ خیال کرو کہ یہ خواہش دین کو برباد کر دینے والی ہے۔

ان دو باتوں کے بعد اگر طبعی امر باقی رہے یعنی دل بے اختیار چاہے کہ دوست خوشحال رہے اور دشمن پامال ہوں تو اب اس کا خیال نہ کرو کیونکہ جب اِس کے ازالہ پر تم کو قدرت نہیں ہے تو اس پر گناہ بھی نہیں ہوگا مگر دل کی ناگواری ضروری بات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر محسود کی نعمت کے زائل کرنے پر تم کو قدرت حاصل ہو جائے تو اپنی طبیعت سے تمہاری خواہش یہی ہو کہ کاش اس کی نعمت چھن جائے مگر اپنے ہاتھ پاؤں سے ایسا انتظام نہ کرو یا مثلاً محسود کی نعمت کے قائم رہنے یا بڑھانے میں مدد دے سکتے ہو تو باوجود اِس کے ناگوار گزرنے کے اُس کو مدد دو اگر ایسی حالت ہو جائے تو سمجھ لو کہ جہاں تک اختیار اور قابو ہے یہاں تک ہم نے اللہ کے حکم پر عمل کر لیا اور سبکدوش ہو گئے، ایسی صورت میں طبعی بات کا دُور کرنا اپنے قبضہ میں نہیں ہے اور موجود تو ہے مگر چونکہ اختیاری کاموں نے اس کو چھپا اور دبا لیا ہے اس لیے گویا کالمعدوم (نہ ہونے کی سی) ہو گئی ہے۔

(باقی صفحہ ۵۰)

اصلاحی مقالات

اخلاص کی اہمیت اور ضرورت

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ مَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَأَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ .[1]

''امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجبِ عذاب یا باعثِ ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اُس نے نیت کی ہو تو جس کی ہجرت (خود اُس کی نیت میں) اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی اللہ کے نزدیک بھی اُس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف مان لی جائے گی اور جس کی ہجرت (خود اُس کی نیت میں) دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت کے نکاح کرنے کے لیے ہوگی تو اللہ کے نزدیک بھی اُس کی ہجرت اُسی مقصد کے لیے مانی جائے گی جس کی طرف اُس نے ہجرت کی ہے۔''

یہ حدیث بڑی اہم ہے اس میں بار بار غور کر کے اپنے اعمال کا حساب لیا جائے اور اپنی نیتوں کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لیے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیت میں کیا ہے حضورِ اقدس ﷺ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرما دیا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا دار و مدار نیتوں پر ہی ہے جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کی نیت کے موافق ہی اُس عمل کا بدلہ ملے گا۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۱

عمل بظاہر کیسا اچھا ہو اور بھلا ہو لیکن اگر وہ اللہ کے لیے نہیں ہے تو آخرت میں مردُود ہوگا اور اُس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

سیّد الانبیاء والمرسلین علیہ السلام نے جو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ فرمایا ہے یہ بہت ہی زیادہ جامع کلمہ ہے حدیث کی شرح لکھنے والوں نے اس کی شرح میں بہت کچھ لکھا ہے جہاں تک جس کے ذہن کی رسائی ہوئی اس سے متعلقہ احکام فوائد و مسائل لکھ دیے۔

جو لوگ عمل کرتے ہیں اُن کی نیتیں مختلف ہوتی ہیں اور نیتوں ہی کے اعتبار سے کوئی آگے بڑھتا اور کوئی پیچھے رہ جاتا ہے مثلاً حرمین شریفین میں دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ اس لیے پڑے ہیں کہ عبادت کیا کریں اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام پڑھا کریں یا بیت اللہ کا کثرت سے طواف کیا کریں یہ حضرات کوشش کرتے ہیں کہ تکبیرِ اولیٰ سے نماز پڑھیں اور اگلی صف میں یا اس کے پیچھے قریب ترین کسی حصہ میں جگہ پائیں یہ حضرات نماز کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ مسجد میں وقت گزارتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جتنی دیر موقع مل جائے حرم میں اندر بیٹھے رہیں، ان کے برخلاف وہ لوگ ہیں جو تجارت کرنے کے لیے اور پیسہ کمانے کے لیے آتے ہیں یہ لوگ اذان ہو جانے پر دکان بند کرتے ہیں پھر وضو کرتے ہیں پھر نماز کے لیے روانہ ہوتے ہیں مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں پہنچتے پہنچتے کبھی پوری نماز کبھی اکثر نماز نکل جاتی ہے اِن پیسہ کمانے والوں میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں نماز کے بعد فوراً مال بیچنا ہوتا ہے یہ تو مسجد کے اندر جانے کی نیت اور ہمت نہیں کرتے باہر ہی کسی جگہ کھڑے ہو کر نیت باندھ لیتے ہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ صفیں متصل ہیں یا نہیں اور اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں، امام نے سلام پھیرا تو سلام پھیرتے ہی گٹھری اُٹھائی اور بیچنے کی چیزیں کھول کر بیٹھ گئے کیسی سنتیں اور کیسے نفل ! یہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ اگر کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملی ہوں تو مال بیچنے کی جھونک میں آدھے منٹ میں گئی ہوئی ساری رکعتیں پڑھ لیتے ہیں، ایسے جلد بازی کے سجدوں کو حدیث شریف میں مرغے کے ٹھونک سے تشبیہ دی ہے فرق سمجھ میں آ گیا کہ ایک شخص کو ثواب زیادہ لینا ہے اور ایک شخص کو پیسے کمانا ہے، ہر ایک کا عمل اُس کی نیت کے مطابق ہے۔

ان ہی کپڑا بیچنے والوں کو اگر کسی اللہ والے سے تعلق ہوجائے اور عبادت کا ذوق نصیب ہوجائے تو صفِ اوّل کی اور تکبیرِ تحریمہ کی فکر میں اور زیادہ سے زیادہ ثواب کمانے کی جستجو میں لگ جائیں جہاد بھی افضل ترین عمل ہے لیکن جب ہی افضل اعمال میں شمار ہے جبکہ اللہ کی رضا کے لیے ہو، اگر چندے کرنا مقصود ہو عہدوں کی طلب ہو شہرت کا خیال ہو تو یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے، ہر عمل کرنے والے کو اپنے عمل کا جائزہ لینا ضروری ہے، دینی علم حاصل کرنا بہت بڑے اجر کی بات ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ [1] جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپس ہونے تک اللہ کے راستہ میں ہے۔

نیز فرمایا مَنْ جَاءَ ہُ الْمَوْتُ وَھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ [2] جو شخص اس لیے علم طلب کرتا ہے کہ اِس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے اور اِسی حال میں اُسے موت آگئی تو جنت میں اُس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

یہ تو اُس کی فضیلت ہوئی جو علم طلب کرنے میں اچھی نیت کرتا ہے اب دوسرا رخ بھی دیکھ لیں فرمایا نبی رحمت ﷺ نے کہ جس نے اِس لیے علم طلب کیا کہ علماء سے مقابلہ کرے یا بیوقوفوں سے جھگڑا بازی کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اللہ اُسے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس علم کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے جس کسی نے اس علم کو اس لیے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ دنیا حاصل کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔

ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں ہے پرہیز بھی رہے گا تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اِس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہوگی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہوگی یا اعتکاف میں یہ نیت ہو

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب العلم رقم الحدیث ۲۲۰ [2] مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۲۴۹

کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ نہ دینا پڑے گا یا فقیر کو اِس لیے دیا کہ اِس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور وغل بھی بند ہوجائے گا تو یہ سب خیالات حدِ اخلاص سے خارج ہیں اخلاص اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے کیونکہ شیطان کا ریاکاری پر ڈالنا اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل نہیں ہونے دیتا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھ کو کچھ نصیحت فرمادیجئے، آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ [۱]

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اُس چیز کے جس سے اللہ کی ذات مقصود ہو۔ [۲]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ خدا کے لیے ہوگا اُس کو الگ کرلیا جائے گا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ [۳]

معلوم ہوا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا لازم ہے بہت سے لوگ مال خرچ تو کرتے ہیں لیکن اس میں ریاکاری اور شہرت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، لوگوں کو دکھا کر دیتے ہیں، اخباروں میں نام چھپواتے ہیں، مسجد کا نام اپنے نام پر رکھتے ہیں اگر کسی مدرسہ میں کمرہ بنوادیں تو اُس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کی فرمائش کرتے ہیں، یہ ریاکاری ساری نیکی کو برباد کردیتی ہے اور اس سے ثواب کے بجائے اُلٹا گناہ ہوتا ہے۔

☆ اسی طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ کسی کو کچھ دیں تو احسان نہ جتائیں اور کسی طرح کی تکلیف نہ دیں۔

---

[۱] الترغیب والترہیب للحافظ المنذری [۲] ایضًا [۳] ایضًا

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۲۶۴)

''اے ایمان والو ! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اُس شخص کی طرح جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لیے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یومِ آخرت پر، سو اِس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اُس کو زوردار بارش سو اِس بارش نے اس کو بالکل ہی صاف کر چھوڑا، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تھوڑا بہت صدقہ دے کر ان لوگوں پر احسان دھرتے ہیں جن لوگوں کو کچھ دیا اور خاص کر اُن لوگوں پر جو رشتہ دار ہیں یا اپنے شہر کے رہنے والے ہیں ایسے لوگ احسان دھرنے سے اپنا ثواب باطل کر دیتے ہیں، جس پر احسان دھرا جائے اُسے احسان کے الفاظ سننے سے یا احسان دھرنے کی طرح برتاؤ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یا خرچ کرنے کی وجہ سے ان سے بیگاریں لیتے ہیں اس لیے لفظ ﴿مَنّ﴾ (احسان جتانے) کے ساتھ لفظ ﴿اذٰی﴾ بھی ذکر فرمایا کہ اللہ کے لیے خرچ کریں اور احسان بھی نہ دھریں اور کسی قسم کی کوئی تکلیف بھی نہ پہنچائیں تب ثواب کے مستحق ہوں گے، اگر کسی نے سوال کیا اور اُسے نہ دیا اور خوبصورتی کے ساتھ اچھے الفاظ میں جواب دے دیا اور سائل کی بدتمیزی پر اور تنگ کرنے پر جو غصہ آیا اُس سے درگزر کر دیا تو یہ اِس سے بہتر ہے کہ کچھ دیدے پھر احسان دھرے یا کسی طرح سے تکلیف پہنچائے۔

جو لوگ صدقہ کر کے احسان جتاتے ہیں یا ایذاء پہنچاتے ہیں اُن کے بارے میں آیت بالا میں

فرمایا کہ ان لوگوں کا ایسا حال ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو ایسے شخص کے خرچ کرنے کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جیسے کوئی چکنا پتھر ہو اُس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُوپر سے زوردار بارش پڑ جائے جو اِس ذراسی مٹی کو بہا کر لے جائے اور پتھر کو بالکل چکنا سپاٹ چھوڑ دے، اوّل تو پتھر چکنا پھر اُس پر مٹی بھی ذراسی اور جو بارش برسی تو وہ بھی زوردار، ظاہر ہے کہ اس حالت میں پتھر صاف ہو کر چکنا نہ رہ جائے گا تو اور کیا ہوگا ؟ جو اِس پتھر کا حال ہوا وہی اس شخص کے مال خرچ کرنے کا ہے جس سے من یا اذی کے ذریعہ اپنے صدقہ کو باطل کر دیا اور ریاکاری کے ذریعہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن گیا۔ اگر کوئی شخص ریاکاری سے کوئی ایسا کام کرے جو فی نفسہ نیک ہو (خواہ مالی عبادت ہو یا جانی عبادت) وہ نہ صرف ریاکاری کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ ریاکاری اس کے لیے وبال ہوگی اور آخرت میں مستحقِ عذاب ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جن لوگوں کے بارے میں سزا کا فیصلہ ہوگا اُن میں ایک شخص وہ ہوگا جو بظاہر شہید ہو گیا تھا لیکن اُس کی نیت یہ تھی کہ بہادری میں اُس کا نام ہو، اور ایک وہ شخص ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن شریف پڑھا، علم حاصل کرنے سے اُس کی نیت یہ تھی کہ اُس کو عالم کہا جائے اور قرآن شریف پڑھنے سے اُس کی نیت یہ تھی کہ اُس کو قاری کہا جائے اور ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال دیا تھا وہ اللہ پاک کے حضور میں کہے گا کہ جو بھی کوئی خرچ کرنے کی سبیل مجھے ملی جس میں خرچ کرنا آپ کے نزدیک محبوب تھا اُس میں میں نے آپ کے لیے خرچ کیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے تو نے یہ اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے تینوں آدمیوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری جو خواہش تھی وہ پوری ہو چکی اور جو تم چاہتے تھے وہ کہا جا چکا لٰہذا ان تینوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن کو سب سے پہلے دوزخ میں دھکا دیا جائے گا یہ تین آدمی ہوں گے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۶۲)

دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز روزہ اور خیر خیرات مت کرو اس طرح چپکے سے

صدقہ کرو کہ جو کچھ دائیں ہاتھ سے دیا ہے اُس کی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔

صرف اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کرو اِسی نیت سے کرو کہ اِس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اُس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے، دنیا کا نفع اور شہرت اور نام و نمود مقصود نہیں ہے، آخرت سنور جانے کے لیے عمل کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جائے۔

جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کر کے اگر اُن میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا، اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اِس سے جو طاقت آئے گی وہ آخرت ہی کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہوگا تو نماز بھی ٹھیک ہوگی، ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا، خوب سمجھ لو۔

☆ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہوسکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

ایک صاحب کو کمسن لڑکوں سے لگاؤ تھا جہاں لڑکے قرآنِ مجید پڑھتے ہوتے وہاں جا گھستے تھے جہاں کوئی سریلی آواز والا حسین لڑکا دیکھا اُس سے قرآن سننے کی درخواست کردی اور مونڈھے تھپک تھپک کر داد دیتے جاتے، لوگ سمجھتے تھے کہ عاشقِ قرآن ہیں حالانکہ وہ عشق بتاں میں مبتلا تھے۔

☆ عدم الریاء کے دعوے میں بھی ریاء ہوتا ہے، تنہائی میں بھی عمل کر کے لوگوں سے کہتے ہیں کہ الحمدللہ بڑی پابندی سے اتنے برس سے یہ عمل جاری ہے لوگوں کو دِکھانا تھوڑا ہی ہے جو سامنے کیا جائے اور اس کا ڈھنڈورہ پیٹا جائے، دیکھو ریاکاری سے بیزاری ظاہر کرنے میں دوہری ریاکاری کر گئے ایک تو عمل ظاہر کر دیا کہ اتنے عرصہ سے پابندی کر رہا ہوں دوسرے یہ فرمایا کہ میں ریاکار نہیں ہوں میرے اخلاص کے معتقدین بن جاؤ۔

☆ مرید ہونے اور مرید کرنے میں پورے اہتمام کے ساتھ اخلاص کا خیال رکھنا لازم ہے، شیخ میں بھی اخلاص ہو (طلبِ جاہ و مال نہ ہو) اور مرید میں بھی اخلاص ہو اللہ کی رضا کے سوا کچھ اور مقصد نہ ہو، بعض اکابر سے سنا ہے کہ ایک مرید پر شیخ کی خاص توجہ تھی لیکن اس میں صلاح و فلاح کے

آ ثار نہیں دیکھتے تھے، ایک دن مرید سے دریافت کر لیا کہ بھائی تمہارا مقصود کیا ہے ؟ کہنے لگا کہ حضرت سے اللہ کا نام سیکھ کر میں لوگوں کو بتلا دیا کروں گا۔ شیخ نے فرمایا کہ تیرا مقصود اللہ کی رضا نہیں ہے، نفس کے اندر چور ہے، سارا مجاہدہ پیر بننے کے لیے ہے اسی لیے میری توجہ اور تیری محنت رائیگاں ہو رہی ہے، معلوم ہوا کہ شیخ بننے کے لیے محنت ومجاہدہ کرنا بھی اخلاص کے خلاف ہے۔

ایک قصہ شیخ کے طالبِ دنیا ہونے کا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ سے سنا تھا فرمایا کہ ایک مرید نے شیخ سے کہا کہ حضرت میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اُنگلیوں سے پاخانہ اور آپ کی اُنگلیوں سے شہد نکل رہا ہے، یہ سنتے ہی شیخ نے فرمایا کہ ارے ہم ہیں بھی ایسے ! یعنی ہم اس لائق ہیں کہ اُنگلیوں سے شہد نکلے، مرید نے کہا حضرت ابھی خواب باقی ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کی اُنگلیاں چوس رہا ہوں اور آپ میری اُنگلیاں چوس رہے ہیں، اب تو شیخ کے ہوش اُڑ گئے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر شیخ طالبِ دنیا ہو تو مریدوں سے اُسے مالی نفع ہوتا رہے گا لیکن ارشاد وتلقین کے ثواب سے محروم رہے گا اور مرید اگر مخلص ہے اور غلطی سے کسی دنیا دار کا مرید ہو گیا ہے اور شیخ کی تعلیم صحیح ہے تو مرید کو اپنے اخلاص کی وجہ سے نفع ہوتا رہے گا۔

☆ جو لوگ شہرت کے طالب ہوتے ہیں اگر ان کی شہرت ہو بھی جائے تو اچھائی کے ساتھ نہیں ہوتی ایسے شخص کو لوگ برائی سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے میاں وہ تو ریا کار ہے، برائی کے ساتھ مشہور ہونا بھی کوئی مطلوب شے ہے ؟

بہت سی مرتبہ انسان ایسے انداز سے بات کہہ جاتا ہے کہ نفس کی گہرائیوں میں ریا کاری ہوتی ہے اور بظاہر تحدیث بالنعمۃ کا عنوان ہوتا ہے بعض مرتبہ انسان اپنے بارے میں تواضع کے کلمات کہتا ہے لیکن اندر سے یہ جذبہ ہوتا ہے کہ سامعین میں سے کوئی شخص پلٹ کر یوں کہے کہ ارے حضرت آپ تو ایسے ہیں ویسے بڑے کمال ہیں، نفس کے مکائد جلدی سے سمجھ میں نہیں آتے۔

اسی اخلاص کی تنبیہ کے لیے قرآن وحدیث میں جگہ جگہ فضائلِ اعمال کے ساتھ ساتھ کہیں ﴿لِلّٰہ﴾ کہیں ﴿فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ کہیں ﴿اِبْتِغَاءَ مَرْضَاۃِ اللّٰہِ﴾ اور کہیں ﴿یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰہِ﴾ کہیں

﴿لِوَجْہِ اللّٰہِ﴾ کہیں ﴿اِیْمَانًاوَّاِحْتِسَابًا﴾ فرمایا ہے یہ الفاظ وکلمات بار بار آئے ہیں۔

جو حضرات کوئی دینی کام کرتے ہیں اُنہیں بار بار اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے اِس پر غرور نہ ہو کہ میری محنت ومجاہدہ اور میری تالیف وتصنیف سے علم وعمل پھیل رہا ہے لہٰذا میں بہت بڑے ثواب کا مستحق ہوں، اللہ کی رضا مقصود ہوگی تب ہی ثواب ملے گا، محنت کے اچھے اثرات ظاہر ہونا اور دین کا کام ہوجانا مخلص ہونے کی دلیل نہیں، اخلاص کے لیے اپنے باطن کا رُخ صحیح رکھنا پڑتا ہے حدیث میں ہے :
اِنَّ اللّٰہَ لَیُئَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.[۱] ''بلا شبہ اللہ اِس دین کی تائید میں فاجر آدمی کو بھی استعمال فرمالے گا۔''

جو عمل اخلاص کے ساتھ ہو وہی مقبول ہے زیادہ عمل کرنے کے بجائے اخلاص کی فکر زیادہ کرنی چاہیے جب رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے لگے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا : اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِیْکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ.[۲] ''تو اپنے دین میں اخلاص رکھ تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپس میں مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں مسیح دجال سے بھی زیادہ بڑھ کر ضرر پہنچانے والی ہے ؟ ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا وہ شرکِ خفی ہے، (اس طرح سے کہ) ایک شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنی نماز کو اس لیے لمبی کر دیتا ہے کہ کوئی شخص اُسے دیکھ رہا ہے۔[۳] (اگر کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا تو مختصر سی نماز پڑھ لیتا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایسے موقع پر اچھی نماز پڑھی جسے لوگ دیکھ رہے ہوں اور تنہائی میں بری طرح نماز پڑھی تو اس طرح سے اُس نے اپنے رب کی بے توقیری کی۔[۴]

[۱] بخاری شریف [۲] الترغیب والترہیب ۱/۵۴ [۳] مشکوۃ شریف ۲/۴۵۶ [۴] الترغیب ۱/۶۷

یہاں پہنچ کر ایک قصہ یاد آ گیا جسے حضرت شیخ سعدی رحمة اللہ علیہ نے گلستان میں لکھا ہے اور وہ یہ کہ ایک صاحب بزرگ بنے ہوئے تھے ایک مرتبہ بادشاہ کے یہاں گئے اپنے لڑکے کو بھی ساتھ لے گئے وہاں نماز لمبی پڑھی اور کھانا کم کھایا، جب گھر آئے تو اہلِ خانہ سے کھانا طلب کیا ان کے لڑکے نے کہا ابا جی نماز بھی دوبارہ پڑھیے، وہاں جو آپ نے کھانے میں کمی کی یہ عمل اللہ تعالیٰ کے لیے نہ تھا ! اور نماز جو لمبی پڑھی تھی یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہ تھا ! جب کھانا دوبارہ کھا رہے ہیں تو نماز بھی دوبارہ پڑھیے۔

تفسیر رُوح المعانی میں ﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ اِنَّ الْعَدْلَ اِسْتِوَاء السَّرِیْرَةِ وَالْعَلَانِیَّةِ فِی الْعَمَلِ یعنی عمل میں یکساں نیت ہونے کا نام عدل ہے تنہائی میں ہو یا سب کے سامنے ہو۔

بعض کپڑا بیچنے والے جب گاہک کے سامنے تھان کھولتے ہیں تو زور سے درود شریف پڑھتے ہیں اُن کا درود پڑھنا درود کا ثواب لینے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ کپڑے کی خوبی بتانے کے لیے ہوتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ درود کو اِس لیے پڑھنا کہ مال بک جائے یہ جائز نہیں۔

حدیث شریف میں ہے مَنْ اَتَی الْمَسْجِدَ لِشَیْئٍ فَھُوَ حَظُّہٗ ''مسجد میں جو شخص جس غرض سے آیا اُس کا وہ ہی نصیب ہے۔''

اس میں بتا دیا کہ مسجد میں جو شخص جیسی نیت لے کر آئے گا اُسی نیت کے مطابق اُسے اجر سے یا وزر سے حصہ ملے گا۔

ایک شخص نے نمازیوں کے جوتے چرانے کا ایک عجیب طریقہ نکالا وہ یہ کہ تیتر کا پنجرہ لے کر مسجد میں چلے جاتے تھے اس پنجرہ پر پردہ پڑا رہتا تھا جہاں کوئی اچھا سا جوتا دیکھا وہیں پنجرہ رکھ دیا اور نماز میں شریک ہو گئے جب سجدہ میں پہنچے تو جوتہ چپکے سے پنجرہ میں رکھ دیا، سر سجدہ میں اور جوتہ پنجرہ میں، بہت دن تک گاڑی چلتی رہی جب کثرت سے جوتے چوری ہونے لگے تو لوگوں کو تفتیشِ حال کا فکر ہوا،

آخر کسی نے تاڑ ہی لیا، اُٹھایا جو کپڑا اُوپر سے پنجرہ کا تو چرائے ہوئے جوتے ظاہر ہوگئے اب تک جنابِ عالی نمازیوں کے بھیس میں چور بنے ہوئے تھے چوری پکڑی گئی تو پڑا پڑ جوتے پڑنے لگے۔

مسجد میں جانے والوں کی ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہے جو بدنظری میں مبتلا رہتے ہیں وہ مسجد میں جاتے ہی اس لیے ہیں کہ وہاں طرح طرح کی حسین وجمیل صورتیں نظر آئیں گی، شیطان انسان کا بہت بڑا دشمن ہے اور کھلا ہوا دشمن ہے مسجد میں بھی بدنظری کا گناہ کراتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے محفوظ فرمائے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بقیہ : تبلیغ دین

اور یہ بھی یاد رکھو کہ جن کی نظر عالمِ دنیا سے اُٹھ جاتی ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا بھی ناپائیدار ہے اور اس کی تمام نعمتیں بھی فنا ہونے والی ہیں پس اگر اپنا دشمن فراخی یا وسعت وآرام ہی میں ہے تو کتنے دن کے لیے، اگر اعمال کے سبب مرنے کے بعد دوزخ میں جانے والا ہے تو اس کم نصیب کو اِس چندروزہ آرام سے کیا نفع ! اگر جنتی ہے تو جنت کی نعمتوں کو اِس ناپائیدار نعمت سے کیا مناسبت ! پس حسد کرنا اور دشمن کو دنیا کی کسی خوشی میں دیکھ کر جلنا بہر حال محض بے سود اور عبث ہوا۔ ساری مخلوق اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے اور سارے آدمی اپنے پرائے اللہ کے غلام ہیں پس محبوب کی طرف سے جو اِنعام ہوں اُن کے اثرات ان کے غلاموں پر بھی ظاہر ہونے چاہئیں لہٰذا جس کسی پر بھی تمہارے قدرت والے محبوب کی عطاؤں کے آثار ظاہر ہوں تمہارے لیے خوش ہونے کا مقام ہے نہ کہ رنج اور حسد کرنے کا۔

(جاری ہے)

قسط : ۵

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدر الدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

مسجد میں نماز کو جانے والے کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلَاتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَفِیْ سُوْقِہٖ خَمْسًا وَ عِشْرِیْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّہٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُہٗ اِلَّا الصَّلٰوۃُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَۃً اِلَّا رُفِعَتْ لَہٗ بِھَا دَرَجَۃٌ وَحُطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ اِرْحَمْہُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوۃٍ مَا انْتَظَرَ . وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُہٗ وَ زَادَ فِیْ دُعَاءِ الْمَلٰئِکَۃِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ مَالَمْ یُؤْذِ فِیْہِ. مَالَمْ یُحْدِثْ فِیْہِ.[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرد کی نماز جو (مسجد میں) جماعت کے ساتھ ادا کرے وہ اُس نماز سے جو گھر میں یا دُکان میں تنہا پڑھتا ہے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے کیونکہ جب وہ وضو کو پورے آداب کے ساتھ اور اُس کے تمام مستحبات و سنن ادا کرتا ہے اور مسجد کو آتا ہے مسجد میں آنے سے اُس کی غرض صرف نماز ہی ہوتی ہے تو اُس کے ہر قدم کے بدلے اُس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک خطا معاف کی جاتی ہے پھر وہ (مسجد میں آکر) نماز ادا کرتا ہے جب تک وہ نماز کی جگہ میں رہتا ہے فرشتے اُس کے لیے دعا کرتے ہیں اے اللہ اِس پر رحم فرما اے اللہ اِس پر رحم فرما اور جب تک

[1] مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب المساجد و مواضع الصلوۃ رقم الحدیث ۷۰۲

تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں رہے گا وہ نماز ہی میں مانا جائے گا۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ فرشتے دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ اِس کو بخش دے اے اللہ اِس کی توبہ قبول فرما، جب تک کہ وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور باوضو رہے''

جماعت سے نماز پڑھنے کی جس قدر تاکید اور چھوڑنے پر جتنی سخت وعیدیں آئی ہیں وہ بیشمار ہیں اگر ہم اُن کو بیان کرنے کی کوشش کریں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی، اُستاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم العالی نے فضائلِ نماز کے دوسرے باب میں بہت تفصیل سے یہ احادیث بیان فرمائی ہیں اُن کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

اندھیرے میں مسجد جانے والوں کو پورے نور کی بشارت :

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ . رواہ الترمذی وابو داو‌ٗد. [1]

''حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ تاریکیوں میں مسجدوں کو بکثرت جاتے رہتے ہیں اُن کو قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دو۔''

یعنی جو لوگ رات کو اندھیرے (یا اِسی قسم کے کسی اور عذر) کی وجہ سے مسجد کو جانا ملتوی نہیں کرتے بلکہ مشقت برداشت کر کے مسجدوں میں جاتے ہیں اُن کو اُن کی مشقت کی قیمت قیامت کے روز ملے گی جبکہ ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے زیادہ روشنی اُن کے ساتھ ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھتا ہے حق تعالیٰ اُس سے اُلفت فرماتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ مسجد میں نماز ادا کرنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ مرضِ وفات میں بھی صحابیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے تھے، صحابہ کرامؓ بھی مسجد کی حاضری کو اتنا ضروری

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الصلٰوۃ باب المساجد و مواضع الصلٰوۃ رقم الحدیث ۷۲۱

سمجھتے تھے کہ دُور دُور سے چل کر مسجد میں آیا کرتے تھے، نہ رات کی تاریکیوں کی پرواہ کرتے تھے نہ دوپہر کی گرمی کی، بات یہ ہے کہ ان حضرات کو حضور ﷺ کے ارشادات پر یقین کامل حاصل تھا، یہ حضرات اپنی رائے پر ارشاداتِ نبویؐ کو مقدم رکھتے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے نصیحت فرمائی کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اِس بات کا عہد کرلیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اُس کو راحت دُوں گا اور قیامت میں پلِ صراط کا راستہ آسان کردُوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔

دُور سے مسجد آنا :

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْہُ ، وَکَانَ لَا تُخْطِئُہٗ صَلٰوۃٌ قَالَ فَقِیْلَ لَہٗ اَوْ قُلْتُ لَہٗ لَوِاشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُہٗ فِی الظُّلْمَاءِ وَفِی الرَّمْضَاءِ قَالَ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُّکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَھْلِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّہٗ.[۱]

''حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار میں ایک شخص تھے میرے علم کے مطابق مسجد سے سب سے زیادہ فاصلہ پر یہی رہتے تھے مگر ان سے ایک نماز بھی نہ چوکتی، لوگوں نے اُن سے کہا تم گدھا کیوں نہیں خرید لیتے ؟ رات کی تاریکی میں اور دوپہر کی گرمی کے وقت اُس پر چڑھ کر مسجد میں آجایا کرو، اُنہوں نے جواب دیا مجھے اِس کی خواہش نہیں کہ میرا گھر مسجد سے قریب ہوجائے، میری تمنا تو یہی ہے کہ اِس طرح آنے اور جانے میں ہر قدم کا ثواب ملے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مطمئن رہو اللہ نے تمہارے لیے ایسا ہی کیا ہے آنے اور واپس جانے کا ثواب جمع کردیا ہے۔''

(جاری ہے)

[۱] مسلم شریف باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد رقم الحدیث ۶۶۳

قسط : ٦

دل کی حفاظت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، انڈیا ﴾

چوتھی فصل.......بغض وعداوت :

بغض کا سبب :

علماءِ نفسیات کے نزدیک کینہ اور عداوت کی ابتداء غصہ سے ہوتی ہے یعنی جب آدمی کسی وجہ سے غصہ کے تقاضے پر عمل نہیں کر پاتا تو یہی غصہ کینہ میں تبدیل ہوجاتا ہے مثلاً کسی بڑے آدمی کی طرف سے کوئی خلافِ طبع بات سامنے آئی تو اُس پر غصہ بہت آتا ہے لیکن اُس آدمی کی بڑائی کی وجہ سے آدمی اُس سے انتقام نہیں لے پاتا تو یہی بات اُس سے بغض وکینہ کا سبب بن جاتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ بغض کے اس سبب کو مٹانے کی کوشش کی جائے، اوّلاً تو کوشش کریں کہ غصہ ہی نہ آئے اسی لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت کے طالب بعض صحابہ کو یہی ایک نصیحت فرمائی کہ وہ غصہ نہ ہوا کریں۔[1]

کیونکہ یہ ساری خرابیوں کی جڑ ہے اور غصہ کا سب سے بڑا سبب تکبر اور خودنمائی ہے، جو شخص تکبر سے جتنا دُور ہوگا اُتنا ہی وہ غصہ سے بھی پاک ہوگا، آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں اکثر غصہ اِسی لیے آتا ہے کہ اُس نے ہماری عزت پامال کردی ہے، اُس نے بھری مجلس میں ہماری رائے کے خلاف رائے دے دی ہے، اُس نے ہمارے مشورہ کو قبول نہیں کیا، اُس نے ہمارے مقام اور مرتبہ کا خیال نہیں رکھا وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر آدمی متواضع ہوجائے تو یہ سب جھمیلے خود بخود ختم ہوجائیں گے اور کیفیت یہ ہوجائے گی کہ کسی لعن طعن کرنے والے کی ہرزہ سرائی پر بھی نفس میں کچھ حرکت نہ پیدا ہوگی اور جب غصہ نہیں آئے گا تو بغض کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

---

[1] الترغیب والترهیب ج ۳ ص ۲۹۹

اگر غصہ آجائے تو کیا کریں ؟

لیکن غصہ ایک طبعی چیز بھی ہے لہٰذا اگر غصہ کسی بات پر آہی جائے تو حکم یہ ہے کہ اُس کے تقاضے پر عمل کرنے کے بجائے پہلی فرصت میں اُسے دفع کرنے کی کوشش کریں، سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کا غصہ جلدی جاتا رہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک طویل حدیث میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا :

اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِیْ جَوْفِ ابْنِ آدَمَ اَلَمْ تَرَوْا اِلٰی حُمْرَةِ عَیْنَیْهِ وَانْتِفَاخِ اَوْ دَاجِهٖ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ مِنْ ذٰلِك شَیْئًا فَلْیَلْزَقْ بِالْاَرْضِ اَلَا اِنَّ خَیْرَ الرِّجَالِ مَنْ کَانَ بَطِیْئَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْئِ وَشَرَّ الرِّجَالِ مَنْ کَانَ بَطِیْءَ الْفَیْءِ سَرِیْعَ الْغَضَبِ فَاِذَا کَانَ الرَّجُلُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ فَاِنَّهَا بِهَا وَاِذَا کَانَ بَطِیْءَ الْغَضَبِ بَطِیْءَ الْفَیْءِ فَاِنَّهَا بِهَا الخ .[1]

''غصہ ایک انگارہ ہے جو آدمی کے اندر دہکتا ہے، کیا تم (غصہ کرنے والے کی) آنکھ کی سرخی اور اُس کی رگوں کا پھولنا نہیں دیکھتے، لہٰذا تم میں سے جب کوئی غصہ محسوس کرے تو زمین سے چمٹ جائے، اچھی طرح یاد رکھو سب سے اچھا آدمی وہ ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور جلدی اُتر جائے اور سب سے بدتر آدمی وہ ہے جسے غصہ جلدی آئے اور دیر سے اُترے۔ اور اگر ایسا آدمی ہو جسے غصہ جلدی آکر جلدی اُتر جائے تو اس کا معاملہ برابر سرابر ہے اور دیر سے آکر دیر سے جائے تو بھی برابر سرابر ہے الخ۔''

نیز دیگر احادیث میں غصہ کے دفعیہ کے طریقے بتائے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیں :

(۱) اعوذ باللہ پڑھیں : ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو سخت غضبناک دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ''میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ پڑھ لے تو اُس کا غصہ جاتا رہے''

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان ج ۶ ص ۳۰۱

پھر پوچھنے پر فرمایا وہ کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے۔[۱]

(۲) وضو کریں : ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ غصہ شیطان کے اثر سے ہوتا ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہٰذا جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کرلیا کرے۔[۲]

(۳) بیٹھ جائیں یا لیٹ جائیں : ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کو غصہ آئے تو اُسے چاہیے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھنے سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے[۳]

علاوہ ازیں جب کسی شخص پر غصہ آئے تو بہتر ہے کہ اُس کے سامنے سے ہٹ جائے بالخصوص گھر والوں سے یا بیوی سے غصہ ہو تو سامنے سے ہٹ کر کمرے میں چلا جائے یا گھر سے باہر آجائے اس لیے کہ اگر وہیں کھڑا رہے گا تو بات آگے بھی بڑھ سکتی ہے، آج کل اکثر طلاق کے واقعات اسی لیے پیش آتے ہیں کہ غصہ آنے کے بعد اُس کے دفعیہ کی کوشش نہیں کی جاتی اور جب شیطان غصہ کے ذریعے اپنا کام پورا کر دیتا ہے تو افسوس کرتے ہیں اور مفتیوں کے دامن میں پناہ ڈھونڈتے ہیں اور جو قابو کرنے کا موقع ہوتا ہے اُسے غصہ کے جوش میں برباد کر دیتے ہیں اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ.

سب سے بڑا پہلوان :

ذاتی معاملات میں غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے سے رُک جانا بڑی فضیلت اور سعادت کی بات ہے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ﴿وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ ''اور جو غصہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں'' اور ایک روایت میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم سب سے بڑا پہلوان کسے سمجھتے ہو ؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم اُسے سب سے بڑا پہلوان سمجھتے ہیں جس کو کُشتی میں کوئی پچھاڑ نہ سکے، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا لَیْسَ بِذٰلِکَ وَلٰکِنَّہُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ[۴] ''وہ پہلوان نہیں ہے بلکہ اصل طاقتور وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے اُوپر قابو رکھے۔''

---

[۱] الترغیب والترہیب ۳ / ۳۰۳ [۲] ایضًا ۳ / ۳۰۴ [۳] ایضًا ۳ / ۳۰۲ [۴] مسلم شریف ۲ / ۳۲۶

غصہ پینے کا اجر و ثواب :

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنَفِّذَہٗ دَعَاہُ اللّٰہُ عَلٰی رُءُ وْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنْ اَیِّ حُوْرٍ شَاءَ.(شعب الایمان ج ٦ ص ٣١٣)

''جو شخص باوجود غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے کی قدرت کے، غصہ کو پی جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اُسے اختیار دے گا کہ جنت کی جس حور کو چاہے پسند کر لے۔''

اور ایک حدیث میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَا جَرَعَ عَبْدٌ جُرْعَۃً اَعْظَمَ اَجْرًا عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ جُرْعَۃِ غَیْظٍ کَظَمَھَا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ . [1]

''اللہ کے نزدیک اجر و ثواب کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظمت والا گھونٹ وہ غصہ کا گھونٹ ہے جسے محض رضائے خداوندی کی نیت سے انسان پی جائے۔''

حقیقت یہ ہے کہ غصہ کو پی جانا اور مخاطب کو معاف کر دینا اعلیٰ درجہ کا کمال ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ اعمال میں سے یہ تین اعمال ہیں :

(١) قدرت کے باوجود معاف کر دینا (٢) تیزی اور شدت کے وقت غصہ کو قابو میں رکھنا (٣) اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا [2]

حضرت زین العابدینؒ کا واقعہ :

خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ اُن کی باندی وضو کرا رہی تھی، اتفاق سے اُس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر اِس طرح گرا کہ حضرت رحمہ اللہ کے چہرہ پر کچھ زخم لگ گیا، ابھی آپ نے سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا ہی تھا کہ باندی بولی ﴿ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ ﴾

---

[1] شعب الایمان ج ٦ ص ٣١٤ [2] شعب الایمان ج ٦ ص ٣١٨

حضرتؒ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ پی لیا پھر اُس باندی نے آیت کا اگلا ٹکڑا پڑھا ﴿وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ جا تجھے میں نے معاف کر دیا اور اللہ بھی تجھے معاف فرمائے پھر باندی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا ﴿وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ یہ سن کر حضرت زین العابدینؒ نے فرمایا جا تو آزاد ہے [1]

اس واقعہ کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے خدام کے ساتھ طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہیے آج صورتِ حال یہ ہے کہ کسی خادم یا ملازم سے بلا ارادہ بھی اگر کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ اُس کو بر وقت سخت سزا سے دوچار ہونا پڑتا ہے بلکہ مدت دراز تک اُسے بات بات پر طعنے بھی سننے پڑتے ہیں، یہ چیز انسانیت اور مروت کے خلاف ہے، ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے مواقع پر جذبۂ انتقام کے بجائے عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے اور دنیا کے نقصان پر آخرت کے ثواب کا اُمیدوار رہنا چاہیے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اِس بات کا متمنی ہو کہ آخرت میں اُس کے لیے بلند بالا محل بنایا جائے اور اُس کے درجات اُونچے کیے جائیں تو اُسے چاہیے کہ اپنے اُوپر ظلم کرنے والے کو معاف کر دے اور اپنے محروم کرنے والے کو عطا کرے اور تعلق توڑنے والے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے۔ [2]

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں گی وہ اپنے ایمان کو مکمل کرنے والا ہوگا (۱) وہ شخص کہ جب اُسے غصہ آئے تو اُس کا غصہ اُسے دائرہ حق سے نہ نکالے (۲) جب وہ کسی سے راضی ہو تو یہ رضامندی ناحق کی طرف نہ لے جائے (۳) جب اُسے اپنا حق وصول کرنے پر قدرت ملے تو اپنے حق سے زیادہ وصول کرنے سے باز رہے۔ [3]

بہرحال قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ کی ہدایات کے بموجب اپنے ذاتی معاملات میں حتی الامکان غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اس کے خلاف کرنے سے معاملات بگڑ جاتے ہیں بالخصوص میاں بیوی کے تنازعات میں طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے اور پھر بعد میں حسرت و افسوس کچھ کام نہیں دیتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ شروع ہی میں سمجھداری سے کام لیا جائے۔

---

[1] شعب الایمان ۶/ ۳۱۷ [2] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۶۶ [3] شعب الایمان ۶/ ۳۲۰

غصہ کہاں پسندیدہ ہے ؟

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ غصہ کہیں بھی مشروع اور پسندیدہ نہیں ہے بلکہ یہ وضاحت پیش ِنظر رکھنی ضروری ہے کہ غصہ ضبط کرنے کا حکم وہیں ہے جہاں معاملہ محض اپنی ذات تک محدود ہو، اس کے برخلاف کسی دینی یا شرعی معاملہ میں یا عام مسلمانوں کے نقصان کے معاملے میں غصہ کا اظہار عین تقاضائے ایمان ہے۔ جب شریعت کے کسی حکم کو پامال کیا جائے، سنت کی بے حرمتی کی جائے، اسلام کے ساتھ استہزاء اور مذاق کیا جائے یا مسلمانوں کے شعائر اور اُن کے مفادات پر ضرب لگائی جائے تو ایسے مواقع پر غصہ نہ آنا اور مرعوبیت اختیار کرتے ہوئے مصلحت کوشی سے کام لینا ایمانی تقاضے کے خلاف ہے اِس وقت غصہ آنا ہی باعث ِاجر وثواب اور قابلِ تعریف ہے کیونکہ یہ غصہ اپنی ذاتی مفاد کے لیے نہیں آرہا ہے بلکہ ایمان کی محبت میں آرہا ہے آنحضرت ﷺ کے شمائل واخلاقِ مقدسہ کے متعلق حضرت ہند ابن ابی ہالہؓ طویل روایت میں آنحضرت ﷺ کی پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ

وَلَا یُقَامُ لِغَضَبِہٖ اِذَا تَعَرَّضَ لِلْحَقِّ بِشَیْئٍ حَتّٰی یَنْتَصِرَلَہٗ وَلَا یَغْضَبُ لِنَفْسِہٖ وَلَا یَنْتَصِرُ لَھَا. (شمائل الرسول لابن کثیر ص ۵۰۹)

''اور جب کسی امرِ حق کی کوئی مخالفت ہوتی تو اُس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا تا آنکہ آپ حق کو غالب نہ فرمادیتے اور آپ اپنی ذات کے لیے نہ تو غصہ ہوتے اور نہ انتقام لیتے تھے۔''

چنانچہ ذخیرہ احادیث میں بہت سے ایسے واقعات موجود ہیں کہ آپ نے حکم شریعت کی خلاف ورزی یا دینی معاملہ میں لاپرواہی پر سخت غصہ کا اظہار فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے ایک کلمہ گو کو منافق سمجھ کر قتل کردیا تھا حضرت نبی اکرم ﷺ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انتہائی ناراضگی ظاہر فرمائی اور آپ بار بار فرماتے رہے اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ (کیا تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا) حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس قدر خفا ہوئے کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش آج سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوتا اور آج ہی اسلام لاتا (تا کہ یہ گناہ

اسلام لانے سے معاف ہو جاتا)۔ ۱

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے محلّہ میں عشا کی نماز ضرورت سے زیادہ لمبی پڑھا دی تھی جس سے بعض مقتدیوں کو بجا طور پر اشکال ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اس بات پر حضرت معاذ کو سخت تنبیہ فرمائی۔

الغرض جب کوئی دینی کوتاہی کا مسئلہ سامنے آتا تو آنحضرت ﷺ اس پر غصہ اور ناگواری کا اظہار فرماتے تھے لہٰذا ایسے مواقع پر غصہ اور سختی کرنا عین سنت ہے جس پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مضبوطی سے پوری زندگی قائم رہے، حضراتِ صحابہ کی زندگی میں "غضب فی اللہ" کا پہلو بہت نمایاں ہے صحابہ ہر طرح کا نقصان برداشت کر سکتے تھے مگر دینی نقصان کو دیکھ کر خاموش رہنا اُن کی فطرت کے خلاف تھا اُن کا ہر فرد اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ (کیا دین برباد ہو اور میں زندہ رہوں) کے نعرہ کا عملی نمونہ تھا، جب معاملہ دین کا ہوتا تو پھر رشتہ داری یا تعلق کو بالائے طاق رکھ کر وہ صرف دینی تقاضوں کو پورا فرماتے اور مداہنت کا شائبہ بھی پاس نہ آنے دیتے تھے۔

دینی ضرورت سے ترکِ تعلق بھی جائز ہے :

منکرات پر نکیر کرنے میں یہاں تک حکم ہے کہ اگر مبتلائے معصیت سے ترکِ تعلق اور بائیکاٹ کرنے میں کسی دینی نفع (یعنی خود اُس کی ہدایت یا دوسروں کے لیے عبرت و نصیحت) کی اُمید ہو تو اُس سے مقاطعہ اور ترکِ تعلق کی بھی اجازت ہے چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے دور میں ان تین مخلص صحابہ کا پچاس دن تک مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کیا گیا جو غزوۂ تبوک میں بلا کسی واقعی عذر کے شریک نہیں ہوئے تھے جن کے نام کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان حضرات کے بائیکاٹ کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جس میں اَن گنت نصیحتیں اور عبرتیں موجود ہیں۔ امام نووی نے شرح مسلم شریف میں اس واقعہ سے سینتیس فوائد مستنبط فرمائے ہیں ۲ لہٰذا اگر کوئی ایسی

---

۱ مسلم شریف ج ۱ ص ۶۸ ۲ مسلم شریف مع النووی ج ۲ ص ۳۲۴

صورت سامنے آئے کہ بائیکاٹ کیے بغیر چارہ نہ رہے اور اس بائیکاٹ سے کوئی دوسرا بڑا فتنہ کھڑا نہ ہو تو اِس کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے مگر اِس فتنہ انگیز دور میں یہ اقدام کرنے سے پہلے ہر پہلو پر اچھی طرح غور وفکر کی ضرورت ہوگی، ایسا نہ ہو کہ اپنی ذاتی خواہش کی تکمیل کے لیے شریعت کو آڑ بنا کر ترکِ تعلق کیا جائے، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے اگر ترکِ تعلق نفسیات کی بنیاد پر ہوگا تو وہ شرعاً ہرگز درست نہیں ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

دل کو صاف رکھنے کا مجرب عمل :

گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ دل کو کینہ کپٹ سے پاک رکھنا اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اب سوال ہے کہ دوسروں کی طرف سے مستقل دل صاف کیسے رکھا جائے اس لیے کہ جب کچھ لوگ ساتھ رہتے ہیں تو کوئی نہ کوئی بات خلافِ طبع پیش آ ہی جاتی ہے جو بسا اوقات بڑھتے بڑھتے بغض تک پہنچ جاتی ہے تو اس خطرہ سے بچاؤ کے لیے دو چیزیں انتہائی نفع بخش اور مؤثر ہیں:
(۱) عذر تلاش کرنا (۲) نظر انداز کرنا۔

(۱) عذر تلاش کرنا :

پہلی بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کی طرف سے کوئی خلافِ طبع قول وفعل کا علم ہو تو حتی الامکان اس شخص کی طرف سے کوئی عذر تلاش کیا جائے کہ غالباً وہ شخص کسی مصلحت کی وجہ سے اس عمل کا مرتکب ہوا ہوگا، اس کے فعل کو اچھے محمل پر رکھنے کی وجہ سے انشاء اللہ اس کی طرف سے دل میں بُعد پیدا نہ ہوگا امام محمد بن سیرینؒ اور ابو قلابہؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا :

اِذَا بَلَغَکَ عَنْ اَخِیْکَ شَیْءٌ تَجِدُ عَلَیْہِ فِیْہِ فَاطْلُبْ لَہُ الْعُذْرَ بِجَھْدِکَ فَاِنْ اَعْیَاکَ فَقُلْ لَعَلَّ عِنْدَہٗ اَمْرًا لَمْ یَبْلُغْہُ عِلْمِیْ. (شعب الایمان ج ۶ ص ۳۲۱)

''جب تمہیں اپنے کسی بھائی کی طرف سے کوئی ناگواری کی بات معلوم ہو تو حتی الامکان اُس کی طرف سے عذر تلاش کرو، اگر کوئی عذر نہ ملے تو یہ کہہ دو کہ شاید اس کے پاس کوئی مصلحت ہوگی جس کا مجھے علم نہ ہوگا۔''

مثلاً آج کل اخبارات میں علماء اور قائدین کے بارے میں رنگ آمیزی کے ساتھ رُسوا کن رپورٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان تحریرات کو پڑھ کر اولاً تو یقین نہیں کرنا چاہیے اور ثانیاً ان کے اعمال واقوال کو بہتر معانی پر محمول کرنا چاہیے تاکہ ان کا بغض دل میں نہ جم جائے جو انتہائی نقصان کا باعث ہے

(۲) غلطی کو نظر انداز کرنا :

دل کو صاف رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان دوسرے لوگوں کی ٹوہ میں نہ رہے بلکہ زیادہ تر اپنے کام سے کام رکھے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

مَنْ يَّتَّبِعُ نَفْسَهٗ كُلَّ مَا يَرٰى فِي النَّاسِ يَطُوْلُ حُزْنُهٗ وَلَمْ يَشْفِ غَيْظُهٗ.[۱]

"جو شخص لوگوں میں دکھائی پڑنے والی ہر بات کی ٹوہ اور جستجو میں رہتا ہے تو اُس کا غم طویل ہو جاتا ہے اور اُس کا غصہ ٹھنڈا نہیں پڑتا۔"

یعنی اوّل یہ کہ دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کی کوشش نہ کرے اور اگر معلوم بھی جائے گا تو اُس کی تحقیق و تفتیش میں نہ پڑے اور حتی الامکان اُسے نظر انداز کرے اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو خواہ مخواہ خود ایک غم میں مبتلا ہو جائے گا، آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ دنیا میں عافیت سے وہی لوگ رہتے ہیں جو دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی رکھتے ہیں اور تغافل برتتے ہیں حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد ہے :

اَلْكَيِّسُ الْعَاقِلُ هُوَ الْفَطِنُ الْمُتَغَافِلُ . (شعب الایمان ج ۶ ص ۳۳۱)

"سمجھدار عقلمند وہ شخص ہے جو ذہین ہو اور لوگوں کے عیوب سے غفلت برتنے والا ہو۔"

محمد بن عبد اللہ خزاعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن ابی زائدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عافیت کے دس اجزاء ہیں جن میں سے نو اجزاء تغافل (نظر انداز کرنے) میں پائے جاتے ہیں، محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن ابی زائدہ کا یہ مقولہ جب امام احمد بن حنبلؒ کو جا کر سنایا تو آپ نے فرمایا عافیت کے دس اجزاء ہیں اور یہ دس کے دس اجزاء تغافل میں پائے جاتے ہیں۔[۱]

[۱] شعب الایمان ج ۶ ص ۳۳۱

[۱] شعب الایمان ج ۶ ص ۲۲۰

واقعہ بھی یہی ہے کہ ''تغافل'' عافیت کی بنیاد ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی شخص عیوب سے پاک نہیں ہے اگر ہر آدمی عیب اُچھالنے میں لگ جائے تو کوئی آدمی بے عیب نہیں رہ سکتا۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا دوست چاہے جو بالکل بے عیب ہو تو اُسے زندگی دوست کے بغیر ہی گزارنی پڑے گی (اس لیے کہ بے عیب دوست کہیں دستیاب ہی نہ ہوگا)۔ ۱

مخاطب کی عزتِ نفس کا خیال :

اسی طرح گفتگو کرنے کے دوران ایسا انداز اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے مخاطب کی عزت پر ضرب آئے یا اُسے ناگواری ہو۔ اس سلسلہ کی بے احتیاطی بھی دل میں تکدر اور نفرت کا باعث بنتی ہے ہر آدمی خواہ وہ کتنا ہی کم تر ہو اپنی ایک عزت رکھتا ہے اس سے تحقیر آمیز یا تہذیب سے گری ہوئی گفتگو کرنا خود اپنی توہین کے مترادف ہے، جو بات بھی کہی جائے اُس کے لیے اچھی تعبیر اختیار کی جائے اور بحث کے دوران کبھی اپنی بات پر پیچ نہ کی جائے، جو شخص اس کا خیال نہیں رکھتا وہ خواہ کتنا ہی بڑا شخص ہو دوسروں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے اور لوگ اس سے بحث کرنے سے کتراتے لگتے ہیں۔ حضرت بلال بن سعدؒ فرماتے ہیں :

اِذَا رَأَیْتَ الرَّجُلَ لَجُوْجًا مُمَارِیًا مُعْجِبًا بِرَأْیِہٖ فَقَدْ تَمَّتْ خَسَارَتُہٗ . ۲

''جب تم کسی آدمی کو پیچ کرنے والا، جھگڑالو اور اپنی رائے کو اچھا سمجھنے والا دیکھو تو (سمجھ لو) کہ اُس کا خسارہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔''

اس لیے اجتماعی زندگی میں اس پہلو کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے کہ معاملات میں دوسروں کی عزت پر کوئی حرف نہ آنے پائے، اپنی رائے دوسروں پر تھوپنے کی کوشش نہ کی جائے بات مشورہ کے انداز میں پیش کر دی جائے، اگر سب کو قبول ہو تو فبہا ورنہ نامقبول ہونے سے رنج نہ ہو اور نہ ہی بعد میں یہ تبصرہ کیا جائے کہ اگر میری رائے مان لی جاتی تو یہ فائدہ ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

---

۱ شعب الایمان ج ۶ ص ۳۳۰ ۲ شعب الایمان ج ۶ ص ۳۴۱

اس طرح کی باتیں اجتماعی زندگی میں تکرار اور نفاق کا ذریعہ بنتی ہیں جن سے احتیاط کرنا لازم ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک دوسرے کی قدر کرنے کی اور دلوں کو تکدر سے پاک وصاف رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

وفیات

یکم جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے خیر خواہ محترم ڈاکٹر مختار عالم صاحب کے بڑے بھائی طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل راولپنڈی کے مولوی فیاض صاحب کار کے حادثہ میں خود اور اُن کے والد اور دیگر اہلِ خانہ زخمی ہوئے جبکہ اُن کی والدہ صاحبہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پا گئیں۔

۲۶ر جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے خادم منظر عباس کے تایا جان مختصر علالت کے بعد کشمیر میں وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : +92 - 42 - 35399051 +92 - 42 - 35399052

موبائل نمبر +92 - 333 - 4249301

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

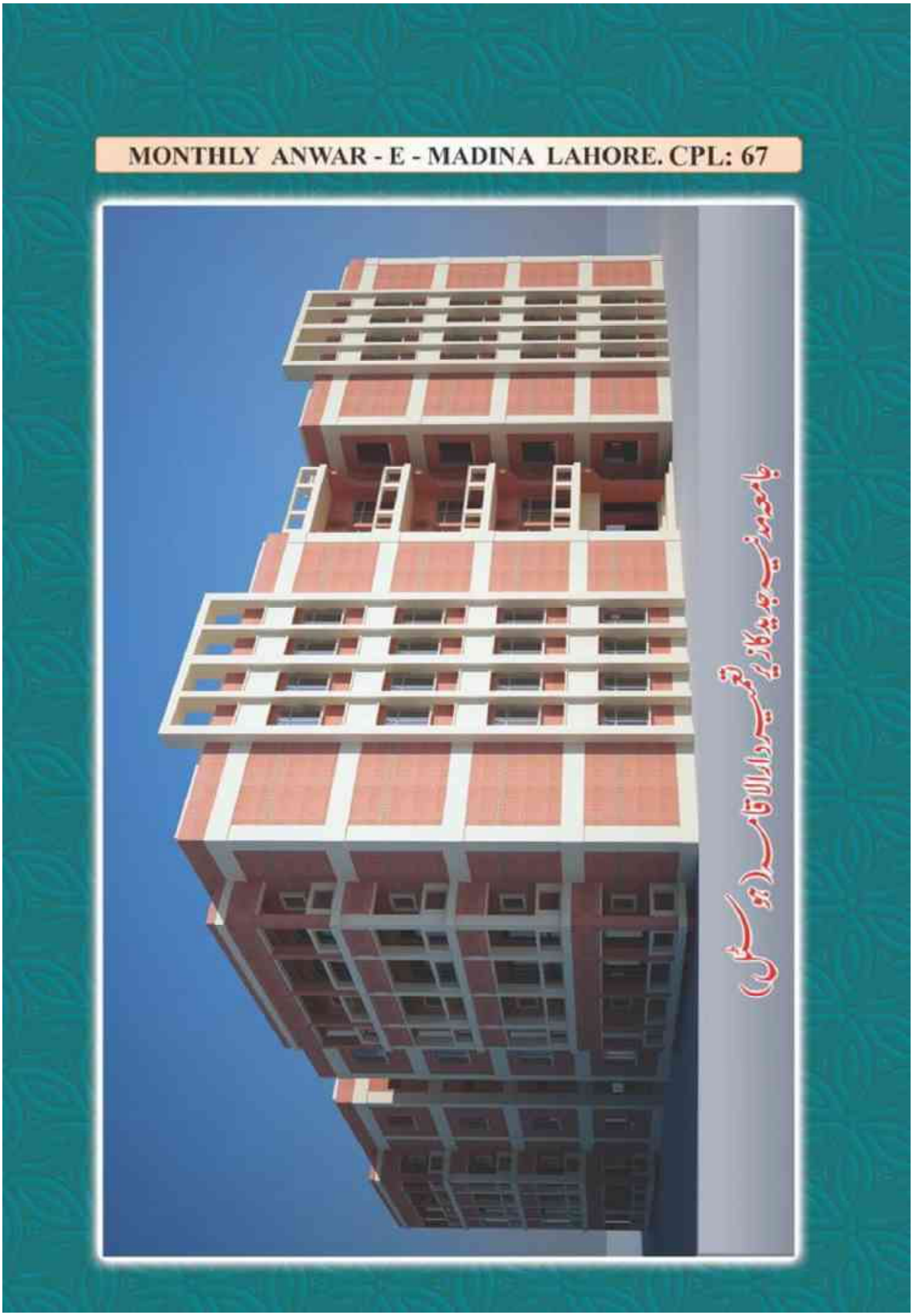
MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
جامعہ مدنیہ جدید کا زیرِ تعمیر دارالاقامہ (ہوسٹل)